تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نبوّت ۱۳۶۲ھش / نومبر ۱۹۸۳ء

شرح چندہ

پاکستان :- ۲۰ روپے سالانہ

فی پرچہ :- دو روپے صرف

ایڈیٹر ــــــ غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ **انصار اللہ** ربوہ

محرم ۱۴۰۴ ہجری
نبوت ۱۳۶۲ ہش
نومبر ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی
ملک صلاح الدین صاحب بھارت۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن
کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان	—	بیس روپے سالانہ ۲۰/-
امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک	ایک سو پچاس ۱۵۰/- "
	بذریعہ بحری ڈاک	اسی ۸۰/- "
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک	ایک سو ۱۰۰/-
	بذریعہ بحری ڈاک	ساٹھ ۶۰/- "

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ سیّد عبد الحیٔ
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ
کتابت:۔ محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ:۔ دو ۲ روپے

جلد ۲۴ | ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ | شمارہ ۱۱

نبوت ۱۳۶۲ ہش

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

مرکز میں ذیلی تنظیموں اور جماعت کے جو اجتماع ہوتے ہیں وہ اتنے ایمان افروز اور رُوح پرور ہوتے ہیں کہ اس کی کیفیت اور لُطف زبان و قلم الفاظ میں بیان ہی نہیں کر سکتے۔ جو اس میں شامل ہوئے ہیں وہی جانتے ہیں کہ آنے والوں کی دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ وہ جب تک یہاں رہتے ہیں اُن کے ایمان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ جب گھر واپس ہونے کا وقت آتا ہے تو دل کیا محسوس کرتا ہے۔

ربوہ کے رہنے والے جو رات دن اس رُوحانی مائدہ سے متمتع ہوتے ہیں۔ ان ایام میں مسیح پاک علیہ السلام سے خدا کے وعدوں کا ایفاء دیکھ کر اُن کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ مہمانوں کی آمد سے اُن کے گھر برکتوں سے بھر جاتے ہیں اور جب یہ ابراہیمی طیور واپس اپنے نشیمن کو مائلِ پرواز ہو جاتے ہیں تو کتنی اُداسی وقتی طور پر چھا جاتی ہے۔

مہمان جب یہاں اپنے پیارے امام کی زیارت سے متمتع ہوتے ہیں تو دل کے غنچے چٹک جاتے ہیں۔ باغِ احمدیت میں ہر طرف پھول کھل جاتے ہیں۔ اُن کے ایمان و محبّت کی مہک سے ساری فضا معطّر ہو جاتی ہے۔ ہر طرف عشق و اخلاص کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔

تہجد کی نماز میں تر آنکھ نصیب ہوتی ہے۔ اپنے امام کے کلماتِ طیّبات سے نیا ایمان۔ نیا اخلاص۔ نیا جوش نیا ولولہ نصیب ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث اور ملفوظاتِ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے درس سے اپنے محاسبہ کا موقع ملتا ہے۔ امامِ وقت کے ساتھ عہد دہرانے وقت دل ایک پاک تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ افتتاحی اور اختتامی دُعا کے وقت بعض خوش نصیبوں کی آہوں اور سسکیوں کا دھواں آسمان کی طرف اُٹھتا دکھائی دیتا ہے۔

خدام الاحمدیہ کا اجتماع ہو یا اطفال کا، لجنہ کا ہو یا انصار کا یہ سب یہاں کی بہاریں ہوتی ہیں اور یہاں تو خدا کے فضل سے خزاں آتی نہیں۔ ہر جمعہ ہم اس خوشبو کو محسوس کرتے ہیں۔ جب چاہے جو چاہے مسجد مبارک میں اپنے محبوب امام کی اقتداء میں نماز ادا کر کے اسے محسوس کرے۔ رقت اور سوز و گداز کی تلاوت دل کو آستانہ الوہیت پر جھکا دیتی ہے۔

اور یہ ذیلی اجتماع جلسہ سالانہ کی طرح ہر سال زیادہ رونق لے کے آتے ہیں۔ خدام کی تعداد پہلے سے بڑھتی ہے۔ انصار کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اطفال اپنے اسلام اور احمدیت سے عشق و محبت کا ثبوت پہلے سے بڑھ کر دیتے ہیں۔ لجنہ کسی ذیلی تنظیم سے پیچھے نہیں کہ بسا اوقات تو وہ مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں۔ جیسے کہ اس بار درس القرآن کلاس میں انہوں نے یہ مظاہرہ کیا۔

انصار کے اجتماع میں نومبائعین کے قبول احمدیت کے حالات کتنے روح پرور ہوتے ہیں۔ خدا کی تائید اور اُس کی تقدیر کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ احمدیت کے لئے دلوں میں تبدیلی خدا پیدا کرتا ہے مقلب القلوب صرف اس کی ذات ہے۔ انصاراللہ کے اس اجتماع میں قاری عاشق حسین صاحب کے نابینا لیکن دل کے بینا استاذ نے جس جذبہ اور لے سے قبول احمدیت کا ترانہ گایا۔ کس زبان سے تحسین کے کلمات بلند نہیں ہوئے۔ کونسی آنکھ تھی جو تر نہیں ہوئی۔ کہ خداوند عالم تُو کن لوگوں سے یہ عشاق لاتا ہے اور کیا ایمان ان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ پتھروں سے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور سبز درختوں سے آگ پیدا ہوتی نظر آتی ہے۔ ایک نوجوان سکندر نے مسجد حرم کربلا میں اپنی دُعاؤں کا ذکر کیا۔ عرب کے عالم سے سُنا کہ مہدی چھ ماہ کے اندر ظاہر ہوگا۔ وہ دُعاؤں میں لگ گیا۔ اور تلاش کرتے کرتے وہ مہدی علیہ السّلام کے آستانہ پر آ گیا۔

کس طرح دو شخص ایک ہی وقت میں ایک خواب دیکھتے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور تائید خداوندی انہیں کشاں کشاں درِ مسیحا پر لے آتی ہے۔

شیخوپورہ کی ایک عورت جس کے بچے احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ کس طرح اُن کی دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ اس بڑھیا کو ہدایت نصیب کرتا ہے۔

عزیزو! یہ واقعات ہمیں اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ خدا کی تقدیر کو جذب کرنے کے لئے اپنی دعاؤں اور تدابیر کو بروئے کار لاؤ۔ یاد رکھو جیسا کہ مسیح پاک نے فرمایا دُعا بھی ایک تدبیر ہے اور تدبیر دُعا۔

پس داعی الی اللہ بن جائیے۔ نیک نمونہ دکھائیے۔ دُعائیں کیجئے اور محبت سے خدا کا پیغام پہنچائیے۔ ہم پر آواز پہنچانا فرض ہے۔ وماعلینا الاّ البلاغ ہم اپنا فرض ادا کریں۔ ہدایت نصیب وہ خدا کرے گا۔ وذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔

طرز اپنی اپنی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝

(بنی اسرائیل آیت ۸۵)

کہ ہر شخص اپنی انداز، طرز اور افتاد طبیعت کے مطابق مصروفِ عمل ہے۔ آیت کا دوسرا حصّہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ یہی سمجھ کر کرتا ہے کہ میرا طرزِ عمل ہی صحیح اور درست ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ کون صحیح سمت گامزن ہے۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ (البقرہ آیت : ۱۴۹)

کہ ہر ایک کا ایک مقصد اور ماٹو ہوتا ہے جس کی جانب اس کی ساری توجہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاستبقوا الخیرٰت۔ تمہارا ماٹو نیکی میں مسابقت ہونا چاہیئے۔ نیک مقصد کے حصول کے لئے ذرائع بھی نیک ہی اختیار کرو۔ نیکی اور بھلائی کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک چور کو میں سمجھا رہا تھا کہ دیکھو یہ کتنا بُرا فعل ہے۔ ایک شخص کی محنت کی کمائی کس طرح تم نقب لگا کر ہتھیا لے جاتے ہو۔ اُس نے کہا مولوی صاحب رات کو ہم اُٹھتے ہیں جان ہتھیلی پر رکھ کر یہ کام کرتے ہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا اس کا طرزِ فکر کتنا غلط ہو گیا ہے۔ فطرت مسخ ہو گئی ہے۔ میں نے پھر ایک دو سوال کئے کہ تم اکیلے ہوتے ہو یا دو تین کا گروہ ہوتا ہے۔ اُس نے بتلایا کہ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ کوئی باہر کھڑا نگرانی کرتا ہے۔ کوئی سونے والے کے سر پر کھڑا ہوتا ہے۔ تب میں نے پوچھا تو جو مال تم چراتے ہو پھر برابر تقسیم کرتے ہو اُس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے کہا اگر چوری کرنے والا دوسروں کو نہ دے۔ تو چور نے کہا اتنا بے ایمان ہے کوئی ؟ تو میں نے کہا دیکھو یہ اس کو بے ایمان سمجھتا ہے لیکن چوری پر اس کا قلب و نظر اس دھاندلی بے ایمانی کو محسوس نہیں کرتا۔

ایک آدمی اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔ ہر ناجائز طریق اختیار کرتا ہے۔ وہ اُسے مشتعل کرنے کے لئے گالیاں دیتا ہے۔ وہ فساد کا جواز پیدا کرنے کے لئے مختلف حیلے اور تدابیر اختیار کرتا ہے۔ وہ بستی کا امن برباد کرنے کے لئے، اپنے مذموم مقصد کے لئے معصوم بچّوں کو ورغلاتا ہے۔ اور اُسے احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں ایک فساد پیدا کر رہا ہوں۔ جب کوئی شریف آدمی اُسے سمجھائے تو وہ کہتا ہے اَلَا اِنَّمَا نحن مصلحون کہ ہم تو فتنہ کے استیصال کے لئے یہ کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد تو انہیں نیچا دکھانا ہے۔ ——

اس کے بالمقابل خدا کے بندے۔ صبر اور دُعا کی تلقین کرتے ہیں۔ عقبہ ثانیہ کے وقت جب مدینہ سے آنے والے کچھ لوگوں نے حضور سے ایسے غلط انداز اور غلط طرزِ فکر کرنے والوں کے خلاف سختی کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا مجھے لڑائی کی اجازت نہیں، دُعا اور صبر کا حکم ہے۔ وہ لوگ سختی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ صحابہؓ کو ایذاء دہی کا ہر طریق انہوں نے

اختیار کیا۔ جھوٹ بولا۔ بائیکاٹ کئے۔ مارا پیٹا، صحابہ پر وہ مظالم توڑے کہ اُسے سُنکر انسانیت کی جبین آج بھی عرق آلود ہوجاتی ہے۔ لیکن دوسری جانب سے یہی حکم ہوتا

صبرًا یاٰل یاسر موعدکم الجَنَّةَ

اے یاسر کے خاندان صبر کرو میں تم سے جنّت یعنی خدا کی رضا کا وعدہ کرتا ہوں۔

ان کا اپنا طرزِ عمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا طرزِ عمل۔ انہوں نے موقع پایا تو مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹے۔ پیٹ پھاڑ کر کلیجہ چبانے کی کوشش کی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تکلیف دہ منظر اور سلوک دیکھنے کے باوجود یہی فرمایا مسلمانوں تمہیں اگر راہ خدا میں جنگ کرنا پڑے تو تم نے کسی عورت یا بچّے کو قتل نہیں کرنا۔ کسی کا حُلیہ نہیں بگاڑنا۔ یعنی مثلہ نہیں کرنا۔ ان کی طرح ناک کان نہیں کاٹنے۔

وہ طرزِ عمل اُن کا تھا۔ یہ طرزِ عمل اِن کا تھا۔ ہر ایک کی اپنی افتاد طبیعت ہے۔ سوچ غلط سمت چل نکلے تو طرزِ عمل بھی غلط ہو جاتا ہے۔

ہمارے طرزِ عمل کی کسوٹی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ جس راستہ پر خدا کے برگزیدہ رسول محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم چلے ہمارا طرزِ عمل وہی ہونا چاہیئے۔

آپ نے کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ ایک بار مسلمان کے یہ کہنے پر کہ قسم ہے اُس خدا کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء پر فضیلت عطا فرمائی، یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسٰی کو سب انبیاء پر فضیلت دی۔ اس پر مسلمان نے اُسے تھپڑ رسید کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی شکایت لے کر آیا تو آپ نے فرمایا

لَا تفضّلونی علٰی یونس بن متی

مجھے یونس بن متی پر بھی فضیلت مت دو۔ حالانکہ آپ نے خود فرمایا تھا انا سیّد ولد اٰدم میں نسل آدم کا سردار اور آقا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کی اس سے دل آزاری ہوتی ہے تو اس کی دل آزاری نہ کرو۔ جس کو خدا نے افضل قرار دیا وہی افضل ہے۔ جسے خدا نے زندگی عطا کی ہو۔ اُسے مُردہ باد کہنے سے وہ مر نہیں جائے گا۔

تو ہر ایک کی ایک افتاد طبیعت ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز اور اپنی اپنی طرزِ فکر ہے۔ چاہیئے کہ ہماری طرزِ فکر اور طرزِ عمل وہی ہو جو ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی تھی کہ گھر میں بکری ذبح فرمائی تو پوچھا اھدیتم لجارنا الیھودی۔ کہ اپنے یہودی پڑوس کو بھی گوشت بھجوایا یا نہیں؟ رحمت والے رحمت ہی تقسیم کرتے ہیں کہ یہ انکا طرزِ عمل ہے۔ زحمت پہنچانے والے زحمت ہی دیتے ہیں کہ ان کا طرزِ عمل وہی ہے۔ ٹھیک فرمایا ہے اللہ تعالٰی نے ۔ کُلٌّ یَعْمَلُ علٰی شاکلتہٖ۔

احسن قول اور صالح عمل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ (آیت ۳۴)

کہ دعوت الی اللہ اور عملِ صالح سے اچھی بات کوئی نہیں۔ اصلاح و ارشاد پیغمبروں کا فریضہ ہے اور پیغمبروں کے منصب اور کاموں سے کسی کے کام بہتر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی پیروی کا حکم ہے وہ اسوۂ حسنہ ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ اُن کے نمونہ کو اختیار کرو۔ اُن کے رنگ میں رنگین ہو گے تو خدا کے حضور مقبول ہو گے۔ دین و دُنیا میں سرخرو ہوگے۔ اس آیت میں و من احسن قولاً ممّن دعا الی اللہ کے بعد و عمل صالحًا کا یہ بھی مفہوم ہے کہ داعی الی اللہ کو اعمال صالحہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ دعوت الی اللہ کرنے والے کو اعمال صالحہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ اور یہ بھی اس کا مفہوم ہے کہ اصلاح و ارشاد کے لئے مناسب تیاری بھی کیجئے کہ وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں۔ اُسے سمجھیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مکّی زندگی میں بھی تبلیغ کرتے تھے۔ مدنی میں بھی۔ کہ اگر زبانیں بند ہوں تو تبلیغ نیک نمونہ سے ہوتی ہے۔ سچّی ہمدردی کے اظہار اور عمل سے ہوتی ہے۔ سوز و گداز کی دعاؤں سے ہوتی ہے کہ عزیزوں، مخالفوں کی ہدایت کے لئے خدا سے دُعا کریں۔

عزیز و اقارب تک محبّت سے پیغام پہنچائیں کہ قرآن مجید میں حکم ہے وَ انذِرْ عشیرتکَ الاقربین آپ کی محبّت کا تقاضا ہوتا ہے کہ آپ اپنے عزیز کو گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ آپ اپنے عزیزوں کو پڑھائی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ نیک مشورے دیتے ہیں تو یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ خدا کے قرب کا ذریعہ یہ ہے۔ اسلام کی برکتیں یہ ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض یہ ہے۔ اور ایسے طریق سے پیغام پیش کیجئے۔ جو سب سے اچھا طریق ہو کہ حکم خداوندی ہے۔

وجادلهم بالّتى هى احسن (النحل آیت ۱۲۶)

سب سے بہتر طریق سے بات کیجئے کہ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قول کو نقل فرمایا ہے۔

ایہو ہیگا کیمیا جے کوئی جانے بول

کہ کلام کرنے کا طریق جسے آتا ہے یہی کیمیا ہے۔

اصلاح و ارشاد کے متعلق آپ اپنے جذبات کا اظہار یوں فرماتے ہیں :۔

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں۔ اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دُنیا میں پھیلا ہُوا ہے لوگوں کو بچائیں اور اس

تبلیغ میں زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جائیں" (ملفوظات جلد ۹ ص ۱۸۱)

اس غرض کے لئے حضور نے جلسوں کی نسبت انفرادی تبلیغ کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے۔ انسان اجتماع میں کبھی لوگوں کی طرف دیکھتا ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن جب تنہائی میں ہوتا ہے تو خود غور و فکر کرتا ہے۔ وہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسولؐ ان کو کہہ دے کہ میری نصیحت یہ ہے کہ ایک ایک دو دو ہو کر غور کرو۔ اِن تقوموا للّٰہ مثنٰی و فرادی ثمّ تتفکرو" کہ علیحدہ ہو کر غور کرو کہ کیا میں جو پیغام لایا ہوں وہ درست ہے یا نہیں۔

پس رشتہ داروں کو عزیزوں کو۔ ایک ایک کو۔ دو دو کو پیغام خدا پہنچائیں۔ داعی الی اللہ ہو جائیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہم پر فرض ہے۔

ملّی اجتماع اور ہماری ذمّہ داریاں

قومی اور ملّی اجتماع جماعت کی تعلیم و تربیت اور روایات کی مظہر ہوتی ہیں اور ہمارا جلسہ سالانہ تو ایک خالص دینی اجتماع ہے۔ جس کا مقصود جماعت کی تعلیم و تربیت ہے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیّہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کے قیام کی اغراض خود متعین فرمائیں۔ اور اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعائیں کیں۔

اس جلسہ میں شامل ہونے والا اپنے ایمان کو زندہ و تازہ کرنے کے لئے یہاں آتا ہے۔ ہر آنے والا اُس خدائی وعدہ کو پُورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمائے۔ وہ اپنے محبوب امام کی زیارت، ارشادات سے مستفیض ہونے کے لئے آتا ہے وہ ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں میں اوقات کو صرف کرتا ہے۔ اس لئے اس دینی اجتماع میں شامل ہوتے وقت اس کے دل میں خدا کی محبت۔ زبان پر اس کا ذکر ہوتا ہے۔

ربوہ میں بسنے والے اپنی طاقت کے مطابق مسیح پاک کے ان مہمانوں کا سواگت کرتے ہیں وہ انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اُنہیں مسیح پاک کے اس الہام کو مدِّنظر رکھنا ہوتا ہے کہ لا تصعّر لخلق اللّٰہ ولا تسئم النّاس۔ خدا کی مخلوق کی کثرت کی وجہ سے ماتھے پر شکن نہ آئے۔ اکتائیے نہ کہ ان کا یہاں آنا خیر و برکت کا موجب ہے۔ خندہ پیشانی سے اپنے دلوں میں انہیں جگہ دیجئے۔ کھُلے دل اور وسیع حوصلہ سے انہیں اھلاً و سھلاً و مرحبا کہئے۔

اس اجتماع کو اپنی دُعاؤں۔ نیک تمنّاؤں اور خوش خُلقی سے ایک مذہبی و دینی اجتماع کا مثالی نمونہ بنائیں کہ اسے مشاہدہ کر کے سعید حضرات احمدیّت کی اصل روایات و تعلیم و تربیت کا نیک اثر لے کر جائیں۔ حضور کے خطبہ کی جملہ ہدایات کو سامنے رکھیں جو حضور نے اس بارہ میں چار نومبر کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو ارشاد فرمائیں۔

وقت آنے دو

(انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۳ء کے آخری روز محترم ثاقب زیروی صاحب ایڈیٹر رسالہ لاہور نے اپنا تازہ کلام پیش فرمایا۔ (ادارہ)

رعنائیاں ہر سُو بکھریں گی گیسوئے سحر لہرانے دو
پُر نور سویرا پھوٹے گا۔ یہ ظلمتِ شب ڈھل جانے دو

تُم اپنی وفا پہ دیوانو۔ بھُولے سے بھی حرف نہ آنے دو
جو تُم کو بُرائی دیتے ہیں تم اُن کو پیار خزانے دو

ہم جَور و جفا کے خوگر ہیں۔ بدلیں گے نہ اپنی خُوئے وفا
ہم پیار کی شمعیں جلائیں گے نفرت کو زور دکھانے دو

تزئینِ گُلستاں کر لیں گے پھر خونِ دل وجاں سے اپنے
ہم آبلہ پاؤں کو پہلے کانٹوں کی پیاس بُجھانے دو

یہ سچے عشق کی باتیں ہیں خوش بختی کی معراج ہے یہ
وہ لُطفِ مجسّم جب بھی کہے جانوں کے بھی اُب نذرانے دو

جذبات کا خوں کرتے کرتے اِک عُمر گزاری ہے ہم نے
خاموش نگاہوں کو اَب تو اس دِل کا حال سُنانے دو

ناموسِ دین کا تحفظ بھی اس دَور میں ایک خطا ٹھہری
یہ قاضیٔ شہر کا فتویٰ ہے اس جُرم کے بھی حرجانے دو

دِل خوفِ خدا سے خالی ہیں۔ ہوتی ہے تجارت مذہب کی
مذہب کے اِجارہ داروں کو آئینہ ذرا دِکھلانے دو

اِک مَوج بہالے جائے گی سب ریت پر لکھّی تحریریں
اُس مالک کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں وقت آنے دو

ہر شخص پکارے گا اک دن ہر لب پہ یہی نعرہ ہوگا
ماحول کے چہرے سے ثاقبؔ بادل تو ذرا چھٹ جانے دو

"یا صدقِ محمدِ عربی ہے یا احمدِ ہندی کی ہے وَفا
باقی تو پُرانے قصّے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو"

مجلسِ انصاراللہ یو۔کے کا سالانہ اجتماع

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا رُوح پرور پیغام

مکرم ہدایت اللہ صاحب بنگوی ناظم اعلیٰ انصاراللہ یو۔کے اطلاع دیتے ہیں کہ انصاراللہ یُو۔کے کا چوتھا سالانہ اجتماع ۴ اور ۵ جون کو منعقد ہُوا۔ اجتماع بڑے رُوح پرور ماحول میں ہُوا۔ نمازِ تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ جسمانی، ورزشی اور تعلیمی مقابلے۔ نیز علماء اور احباب کی رُوح پرور تقاریر ہوئیں۔ مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب۔ مکرم محمد احمد صاحب۔ مکرم کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ۔ مکرم جناب شیخ مبارک احمد صاحب۔ مکرم مولانا مبارک احمد صاحب ساقی۔ مکرم مجید احمد صاحب سیالکوٹی مبلغ سلسلہ۔ مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما۔ مکرم عبدالحفیظ صاحب پریذیڈنٹ برمنگھم۔ اور مکرم مولوی نسیم احمد صاحب باجوہ وغیرہ احباب نے تقاریر کیں۔

اس موقع پر ایک بک سٹال بھی لگایا گیا۔ جس میں یکصد پونڈ سے زائد کی کُتب فروخت ہوئیں

آغاز میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا پیغام پڑھ کر سُنایا گیا۔ جو انصار بھائیوں کے استفادہ کے لئے پیش ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھُوَ النَّاصِر

دیارِ غرب میں بسنے والے میرے عزیز انصار بھائیو!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

مکرم محترم شیخ مبارک احمد صاحب امیر ومشنری انچارج نے یہ اطلاع بھجوائی ہے کہ انگلستان کی مجلس انصاراللہ کا اجتماع جون میں منعقد ہو رہا ہے۔ انہوں نے اس مبارک اجتماع کے لئے پیغام بھجوانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس اجتماع میں اپنے فضلوں سے برکت ڈالے۔ اس اجتماع میں شامل ہونے والے اور بوجہ مجبوری شامل نہ ہوسکنے والے سبھی پر اپنے فضلوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔ آمین۔

الحمدللہ کہ ذیلی تنظیمیں بھی بیرونی ممالک میں دن بدن مضبوط ہوتی جا رہی ہیں اور اپنے فرائض کو پہچان رہی

ہیں۔ چالیس سال سے زائد عمر کے احمدیوں کی اس تنظیم کا نام " انصار اللہ " حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا تھا۔ اور یہ آپ جانتے ہیں کہ اس نام کے ساتھ جاں نثاری اور فدائیت کی روایات وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتے ہیں :-

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.

(آل عمران آیت : ۵۳)

کہ جب خدا کے ایک بندے نے اپنی قوم سے انکار کا خطرہ محسوس کیا تو اپنے مخلص ساتھیوں کو یہ کہہ کر آواز دی کہ " مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ " کہ کون ہے جو آج محض اللہ کی خاطر میرا مددگار بننے کو تیار ہے۔ اس کے جواب میں مخلصین نے یہی نعرہ بلند کیا کہ " نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ " اور یہ جواب ان کا خدا پر پختہ ایمان کی وجہ سے تھا۔ اور پھر انہوں نے اپنے عمل سے گواہی دی کہ نحن انصار اللہ ۔ ا ر ، نے اپنی گردنِ اطاعت خدا کی رضا کی چھری کے نیچے رکھ دی وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ کا یہی مفہوم ہے کہ ان کا عمل ان کے قول کی تائید کرتا تھا۔

اس زمانہ میں جب ہر طرف کفر جوش پر تھا اور اعدائے اسلام زور دکھا رہے تھے۔ مامور زمانہ نے فرمایا۔ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید ؛ دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

مامور زمانہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہم نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ بلند کیا اس لئے ہمیں انہی روایات کو زندہ کرنا ہے جو روایات انصار اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انصار مدینہ کے ایثار، جاں نثاری سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اُحد کی وادی گواہ ہے کہ کس طرح انصار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ ثانیہ میں ہونے کو نبھایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند پائی ۔

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ

میرے عزیز انصار بھائیو !

اس قربانی کی توفیق ملتی ہے حقیقی ایمان اور کامل یقین سے ۔ ایسا ایمان جو ہماری زندگیوں کو بدل کر رکھ دے ۔ اگر احمدیت کی کشتی میں سوار ہونے کے بعد ہم ان آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے جو کشتی کے نگہبان نے تجویز کئے تھے ۔ تو ہم آج دجالیت ، دہریت اور مادیت کے ہلاکت خیز طوفانوں سے بچ نہیں سکتے ۔ اس زمانہ کے مامور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

بیا بشتاب سوئے کشتیٔ ما ؛ کہ ایں کشتی از اں ربّ عظیم است

کہ میری اس کشتی یعنی پاک تعلیم کی طرف جلد آؤ کہ یہ کشتی ربّ عظیم کے منشاء سے بنی ہے اور جو اس کشتی کا

حقیقی سوار نہیں ہوگا اسے آپ نے بے نصیب اور بدقسمت کہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار ؛ بے دولت آنکہ دُور بماند زلنگرم

کہ خدا کی جانب سے مَیں نے نوح کی طرح کشتی بنائی ہے اور جو اس کے لنگر سے دُور رہے گا وہ بدنصیب ہوگا۔ اسے کوئی طوفان سے بچا نہیں سکتا۔

اسی کشتی کے معمار نے اس میں سوار ہونے والوں کو فرمایا ہے اور یہ فرمان انصار اللہ کے لئے عمر کے لحاظ سے زیادہ قابل توجہ ہے :-

" ایک ذرّہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے۔ اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو۔ یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔"
(کشتی نوح روحانی خزائن صہ ۲۶)

پس جلد جلد قدم اُٹھا کہ خدا کے انعامات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کی رضا کا حصول مقصود ہے تو جیبوں میں کھرے سکّے رکھو کہ کھوٹے سکے اس کے دربار میں قابلِ قبول نہیں۔ اور یہ یقین رکھو کہ اس قادر خدا کے وعدے پُورے ہو کر رہیں گے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر میں روک نہیں بن سکتی۔ پس قوّت یقین میں ترقی کرو کہ مامورِ زمانؑ فرماتے ہیں :-

" یقین ہی وہ دیوار ہے جس پر شیطان چڑھ نہیں سکتا۔"

نیز فرماتے ہیں :-

" اَے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سُنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوّت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رُک سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچّی تبدیلی کر سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچّی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔" (کشتی نوح روحانی خزائن صہ ۶۶)

انصار بھائیو!

عمر اور تجربہ کے لحاظ سے آپ کا فرض ہے کہ آپ آنے والی نسل کی اچھی تربیت کریں ان کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ آپ کو یہ فکر دامنگیر رہنی چاہئیے کہ آپ احمدیت کی امانت اپنے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں۔ داعی الی اللہ بن جاؤ اور دُنیا کو مسیح پاک کا یہ پیغام پہنچا دو۔ ہر دروازہ کھٹکھٹاؤ اور کہو کہ مامورِ زمانؑ

کے یہ الفاظ سُن لو آپ فرماتے ہیں :۔

" مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے نوروں میں سے آخری نُور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"

(کشتی نوح روحانی خزائن ص۶۱)

پس دُنیا کو یہ پیغام دے دو کہ اگر ہلاکت خیز طوفانوں سے بچنا چاہتے ہو تو اس زمانہ کے نوح کی کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ ہر طرف ہلاکت منہ کھولے ہے۔ یہی اور صرف یہی ایک امن کی راہ ہے۔ تا مخلوق خالق سے اپنا رشتہ استوار کرلے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم داعی الی اللہ بن جائیں۔ ہم اس کشتی کے حقیقی سوار بن جائیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔ والسلام۔ خاکسار

مرزا طاہر احمد

(خلیفۃ المسیح الرابع)

مجلس انصاراللہ ناروے کا پہلا سالانہ اجتماع

مکرم مامون الرشید صاحب ناروے سے اطلاع دیتے ہیں کہ مجلس انصاراللہ ناروے کا پہلا سالانہ اجتماع مورخہ ۹-۱۰-۱۱ ستمبر ایک خوبصورت پہاڑ کے دامن میں جھیل کے کنارے منعقد ہوا۔

اجتماع ذکرِ الٰہی۔ نمازِ تہجد اور دُعاؤں کے ماحول میں ہوا۔ مقامِ اجتماع میں آنے ہوئے میئروں کو قرآن کریم اور دیگر کُتب کے تحفے پیش کئے گئے۔ راستہ میں ایک ہوٹل میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

جسمانی۔ ورزشی اور دینی معلومات کے مقابلہ جات ہوئے۔ مقابلہ جات میں حفظ قرآن مجید (وہ حصّہ جو پہلے حفظ نہ کیا گیا ہو) کا پروگرام بھی شامل تھا۔ قرآن وحدیث و ملفوظات کے درس کے علاوہ ایک بورڈ نے احباب کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

ناروے کے اخبار HALLINGDOTEN کی تین ستمبر کی اشاعت میں پریس کانفرنس کا ذکر مع تصویر شائع ہوا۔ TORSDAG اخبار نے مع تصاویر خبر شائع کی۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

(آپ کے مکتوبات کے آئینہ میں)

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب درویش مؤلف اصحاب احمد — قادیان

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مکتوبات آپ کی سیرت کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان سے عجیب طراوت و تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اور قلوب میں ایمان و ایقان اور فرحت وبشاشت اور اطمینان کی لہر دوڑتی ہے۔ مکتوب الیہم کی سیرت کی بھی جھلک ان سے نظر آتی ہے۔

آپ کی سیرت کے بہت سے گوشے اُجاگر ہوتے ہیں۔ مثلاً توکّل علی اللہ۔ استجابتِ دُعا پر یقین کامل۔ اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ سے گہرا عشق۔ علائق دنیوی سے کامل انقطاع۔ امورِ آخرت میں استغراق۔ الحبّ للہ والبغض للہ۔ علیٰ وجہ البصیرۃ عقلی ونقلی دلائل قاطعہ وبراہینِ ساطعہ سے احقاقِ حق و ابطالِ باطل — دُعاؤں خدمتِ دین، خدمتِ والدین اور خدمتِ خلق کی تلقین۔ اشدّ مخالف کے دنیوی کام کے کرا دینے کی اپنے کسی مخلص خادم کو پُر زور سفارش۔ احباب کی خوشی یا غمی کے مواقع پر اظہارِ مسرت و تہنیت یا صبر و رضا بالقضاء کی نصیحت وغیرہ وغیرہ۔

آپ احباب کو رقم فرماتے ہیں کہ میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ مجھے آپ سے محبّت ہے۔ آپ مجھ سے اخلاص رکھتے ہیں۔ مخلصین کے لئے مجھے یہ یہ بشارات ہوئی ہیں۔ فلاں میرے الہام کی یہ تعبیر ہے۔ میرا فلاں الہام پورا ہوُا۔ فلاں الہام کے مطابق میرے ہاں مبشّر بیٹا پیدا ہوُا۔ میرے فلاں الہام کے مطابق میرے فلاں بیٹے کی وفات ہوئی ہے۔ سو کلام خداوندی پورا ہوُا۔ آپ بھی صبر کریں۔ ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے ایسے مکتوبات سے مکتوب الیہم کا ایمان کتنا بڑھتا ہوگا۔

(۲)

مضمون ہذا میں حضرت منشی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کی بابت اور ان کے نام حضرت اقدسؑ کے مکتوبات کے بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ امور مستحضر ہوں گے کہ حدیث نبوی اُذکروا موتٰکم بالخیر پر

آپ کا عمل تھا۔ کیسے نیک بزرگ آپ کو امورِ دینیہ کی اعانت کے لئے میسّر آئے اور آپ ایسے مخلص معاونین کے تہِ دل سے شکر گزار تھے۔ اور اسے احسانِ خداوندی قرار دیتے تھے۔ آپ کے قلبِ صافی میں بحرِ مَوّاج کی طرح یہ جذبات موجزن تھے کہ اِنَّ نُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کے مطابق آپ اپنی زندگی حصولِ رضائے الٰہی میں بسر کرنا چاہتے تھے اور جس امر کے لئے آپ مامور ہوئے تھے وہ سرانجام پا سکے۔ آپ ان بشاراتِ الٰہیہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں جو آپ نے اپنے مخلص معاونین کے لئے پائیں۔

یہاں مجملاً یہ امر مستحضر کرنا مناسب ہے کہ براہین احمدیہ ایسی مدلل اور مؤیّدِ اسلام کتاب کے معرضِ وجود میں آنے سے مخالفین اسلام کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ فرقہ اہلِ حدیث کے ایک مسلّمہ لیڈر نے اس کتاب پر ایک مبسوط تبصرہ میں یہ قرار دیا تھا کہ اسلام کی گذشتہ تیرہ صدیوں میں حمایتِ اسلام میں کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

باوجود اس کے جب حضرت اقدس نے ڈیڑھ صد مسلم اُمراء کو یہ کتاب بھجوا کر خریداری قبول کرنے کی تحریک کی تو معاونین کا حصول کبریتِ احمر کی طرح نایاب ثابت ہُوا۔ بطور مثال نواب صدیق حسن خانصاحب جیسے فرقہ اہلِ حدیث کے نہایت ممتاز عالم اور "حجج الکرامہ فی آثار القیامہ" جیسی بہت سی مشہور کُتب کے مصنف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ والئ ریاست بھوپال ان کے عقدِ زوجیت میں تھیں۔ بعض نے انہیں تیرھویں صدی کا مجدّد قرار دیا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکورہ کے آخر پر ایک مدحیہ نظم میں کہا گیا ہے۔ ؎

مجدّد درعلومِ ملّتِ حق ؛ مدوّن بہرِ آثارِ رسالت (صفحہ ۵۰۱)

نیز اسی کتاب کے آخر پر ایک شخص نے نواب صاحب موصوف کی ایک طویل تعریف رقم کرتے ہوئے انہیں "مجتہدِ صحیح النّظر۔ مجدّدِ مائۃ ثالث عشر" قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۵۰۰)

نواب صاحب نے پہلے براہینِ احمدیہ کے سلسلہ میں امداد کا وعدہ کیا تھا۔ جب انہیں حضرت اقدس کی طرف سے اپنی یہ تصنیف بھجوائی گئی تو انہوں نے لکھا کہ :-

"دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا انہیں کچھ مدد دینا خلافِ منشاءِ گورنمنٹ انگریزی ہے اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ اُمید نہ رکھیں۔"

اور پیکٹ وصول کرکے کتاب کو چاک کرکے واپس بھیج دیا۔ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ جو حضرت اقدس کی خدمت میں ذاتی خادم کی حیثیت میں چھبیس سال رہے۔ اس واقعہ کی چشم دید شہادت بیان کرتے ہیں کہ کتاب پھٹی ہوئی اور بُری طرح خراب حالت میں آنے پر حضرت اقدسؑ کا چہرہ متغیّر اور غصّہ سے سُرخ ہوگیا۔ مَیں نے ساری عمر حضورؑ کو ایسے غصّہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ آپ اپنے مکان میں ٹہل رہے تھے اور خاموش تھے کہ یکا یک آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

"اچھا! تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لو۔"

چنانچہ وہ نوابی کے عہدہ سے معزول ہوئے اور نہایت دُکھ اُٹھاتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوئے۔[1]

(نوٹ: مولوی صدیق حسن خان صاحب شادی کے بعد نواب بن گئے تھے۔ انہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی جو اہلسنت والجماعت کے سربراہوں میں سے تھے۔ اپنے رسالہ اشاعۃ السنّہ (جلد ۹ صفحہ ۳۸۱ پر) مجدّد قرار دیا تھا۔ نواب موصوف عملاً حکمران اور صاحب اختیارات ہو گئے تھے۔ حکومتِ برطانیہ نے انہیں نواب والا جاہ امیرالملک اور معتمد المہام کے خطابات عطا کئے تھے۔

جب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پھاڑ کر واپس بھجوادی تو کچھ عرصہ بعد ریذیڈنٹ ریاست کی طرف سے ان پر سوڈانی مہدی کو امداد بھجوانے اور اپنی تصانیف میں گورنمنٹ کے خلاف اشتعال دلانے کے سنگین الزامات عائد کئے گئے۔ اور ان پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا جس کے فیصلہ کی رُو سے ان کے خطابات چھین لئے گئے۔

موصوف نے ایک خط کے ذریعہ اور ایک شخص کو بھجوا کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دُعا کی درخواست کی۔ یہ شخص ٹھہرا رہا اور بہت اصرار کر کے دُعا کرنے کے لئے عرض کرتا رہا۔ حضور نے افسوس کیا کہ موحّد ہو کر رضائے الٰہی پر اس نے گورنمنٹ کی رضاء کو مقدّم رکھا۔ اصرار ہونے پر حضور نے توبہ کرنے کو کہا اور دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ سرکوبی سے اس کی عزّت بچائی گئی۔

وہ پانچ سال اس سنگین مقدمہ میں مبتلا رہے۔ بالآخر حکومت کے مواخذہ سے بچائے گئے اور ان کے خطابات بھی بحال کر دیئے گئے لیکن بحالی کی اطلاع ملنے سے پہلے وہ انتقال کر گئے۔[2])

حضرت منشی احمد جان صاحبؓ نے براہین احمدیہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور نہ صرف خود اس کی اعانت کی بلکہ دوسروں کو بھی تحریک کرنے کی خاطر آپ نے ایک اعلان شائع کیا۔ آپ نے اپنی فراستِ مومنانہ سے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت اقدسؑ مسیح کا مقام پائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اشتہار میں لکھا ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ ٭ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

باوجودیکہ منشی صاحبؓ بیعت کے آغاز سے پہلے وفات پا گئے تھے ان کو تین سو تیرہ اخصّ صحابہ میں شامل فرمایا (ملاحظہ ہو نمبر ۹۹ فہرست بشمولہ ضمیمہ انجامِ آتھم) آپ کی وصیّت کے مطابق آپ کی ساری اولاد حضرت اقدسؑ کی

---

[1] حیاتِ احمد (مؤلفہ حضرت عرفانی صاحبؓ) جلد دوم نمبر اوّل (صفحہ ۵۲، ۵۳) نمبر دوم (صفحہ ۴۴ تا ۴۶)

[2] تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷ و حیاتِ احمد مصنفہ حضرت عرفانی صاحبؓ جلد دوم صفحہ ۴۴ تا ۴۷۔

جماعت میں شامل ہوئی۔

آپ کے فرزند حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد اگر والد صاحب کے پاس کوئی شخص مُرید ہونے کو آتا تو آپ فرماتے کہ سورج نکل آیا ہے، اَب تاروں کی ضرورت نہیں ــــ جاؤ! حضرت صاحب کی بَیعت کرو۔ [1]

(۳)

حضرت اقدسؑ کی تحریک پر منشی صاحب کی دُختر حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ (المعروف امّاں جی) حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الاوّل) کے عقد میں آئیں حضرت مولوی صاحبؓ کو حضرت منشی صاحب کے بارے میں حضرت اقدسؑ رقم فرماتے ہیں:۔

"نہایت بزرگوار۔ خوب صورت۔ خوب سیرت۔ صاف باطن متقی۔ باخدا اور متوکّل آدمی تھے۔ مجھ سے اس قدر دوستی اور محبّت کرتے تھے کہ اکثر ان کے مریدوں نے اشارتاً وصراحتاً بھی سمجھایا کہ آپ کی اس میں کسرِ شان ہے۔ مگر انہوں نے ان کو صاف جواب دیا کہ مجھے کسی شان سے غرض نہیں اور نہ مجھے مریدوں سے کچھ غرض ہے۔ اس پر بعض نالائق خلیفے ان کے منحرف بھی ہوگئے۔ مگر انہوں نے جس اخلاص اور محبت پر قدم مارا تھا آخیر تک نباہا اور اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کی۔ جب تک زندہ رہے خدمت کرتے رہے۔ اور .... کسی قدر روپے اپنے رزقِ خدا داد سے مجھے بھیجتے رہے۔ اور میرے کام کی اشاعت کے لئے بدل وجان ساعی رہے۔ اور جیسا کہ انہوں نے اپنے ذمّہ مقرر (سہواً کتاب میں "مقدر" درج ہُوا ہے ــ ناقل) کر رکھا تھا۔ (حج کے لئے ــ ناقل) جاتے وقت بھی پچیس روپے بھیجے اور ایک بڑا لمبا اور دردناک خط لکھا جس کے پڑھنے سے رونا آتا تھا۔ ..... وہ مومنِ صادق اور صالح آدمی تھے جو دُنیا میں کم پائے جاتے ہیں .... وہ عالی خیال اور صوفی تھے۔ اس لئے اُن میں تعصّب نہیں تھا۔" [2]

حضرت اقدسؑ اپنے معاونین کے تذکرہ میں "حبیّ فی اللہ منشی احمد جان صاحب مرحوم" کا ذکرِ خیر کیسے دردناک اور محبّانہ انداز میں فرماتے ہیں:۔

"اس وقت ایک نہایت غم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ پُر دَرد قصّہ مجھے لکھنا پڑا کہ اب یہ ہمارا پیارا دوست اس عالم میں موجود نہیں ہے اور خداوند کریم ورحیم نے بہشتِ بریں کی طرف بُلا لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

---

[1] "انعاماتِ خداوندِ کریم" مؤلفہ پیر افتخار احمد صاحبؓ ص۱۵۱ - [2] مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم حصّہ دوم۔ مکتوب ۳۵ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۸۸۸ء

راجِعُوْنَ وَاِنَّا بفراقہٖ لمحزونون ۔ حاجی صاحب مغفور مرحوم ایک جماعتِ کثیر کے پیشوا تھے۔ اور اُن کے مُریدوں میں آثارِ رُشد و سعادت و اتّباع سنّت نمایاں ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروعِ سلسلۂ بیعت سے پہلے ہی وفات پا چکے۔ لیکن یہ امر ان کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلۂ بیعت میں داخل کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سیرۃِ صالحین پر اپنا توبہ کا اظہار کیا اور اپنی مغفرت کے لئے دُعا چاہی اور لکھا کہ مَیں آپ کی جماعت میں داخل ہوگیا ہوں۔ اور پھر کسر نفسی کے طور پر اپنے گذشتہ ایّام کا شکوہ لکھا اور بہت سے رقّت آمیز ایسے کلمات لکھے جن سے رونا آتا تھا .... افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس (آنے پر) .... اس دُور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہُوا۔ بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سُنی گئی تھی۔ اور خبر سُنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ حاجی صاحب مرحوم اظہارِ حق میں بہادر آدمی تھے۔ بعض نافہم لوگوں نے حاجی صاحب موصوف کو اس عاجز کے ساتھ تعلّقِ ارادت رکھنے سے منع کیا کہ اس میں آپ کی کسرِ شان ہے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ مجھے کسی شان کی پرواہ نہیں اور نہ مریدوں کی حاجت "۔ [1]

(۴)

حضرت منشی صاحب کے اشتہار سمیت دو عنایت نامے پہنچے تو حضرت اقدس نے ان کو رقم فرمایا :-

" خداوند کریم آپ صاحبوں کی کوشش میں برکت ڈالے اور آپ کو وہ اجر بخشے جو آپ کے خیال سے باہر ہو۔ آں مخدوم نے جو کچھ اس عاجز کی اپنی نسبت لکھا ہے وہ عاجز کے دل میں ہے۔ مُشتِ خاک کی کیا حقیقت ہے کہ کچھ دعویٰ کرے یا زبان پر لاوے۔ لیکن اگر خداوند کریم نے..... توفیق بخشی تو حضرت احدیت میں عاجزانہ دُعا کروں گا۔ آپ اپنے کام میں جہاں تک ممکن ہو سرگرمی سے متوجّہ ہوں۔ کیونکہ ایسی محبّت (اس کی ــ ناقل) مستحق ہوتی ہے .... (میرا) ایک الہام یہ ہے مَنَّ رَبُّکُم عَلَیْکُمْ و احسن الی احبّاءکم ...... کہ خدا تعالیٰ تم پر احسان کرے گا اور تمہارے دوستوں سے نیکی کرے گا۔ اور پھر .... (یہ) الہام ہُوا۔ وَبَشِّرِ الَّذِینَ اٰمَنُوا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ..... کہ جو لوگ ارادت سے رجوع کرتے ہیں ان کا عمل مقبول

---

[1] ازالۂ اوہام حِصّہ دوم (طبع اوّل صفحہ ۷۹۱ تا ۷۹۳) ۔

ہے۔ اور اُن کے لئے قدم صدق ہے۔ پھر...... ایک الہام ہے۔ ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السّماء۔ یعنی تیری مدد وہ کریں گے جن کے دلوں میں ہم ڈالیں گے۔

"سو ان سب الہامات سے خوشنودی حضرتِ احدیت کی نسبت سمجھی جاتی ہے۔ جن کو خدا نے اس طرف رجوع بخشا ہے۔ اس سے زیادہ ذریعہ حصولِ سعادت اور کوئی نہیں کہ جو مرضیٔ مولا ہے۔ اس کے موافق کام کیا جائے۔ اور مولا کریم کی ایک نظرِ عنایت انسان کے لئے کافی ہے۔ مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ جو اخوانِ مومنین اس بات کی توفیق دیئے گئے ہیں جو انہوں نے صدق دل سے اس احقرِ عباد کا انصار ہونا قبول کیا۔ ان کے لئے حضرتِ احدیت کے بڑے بڑے اجر ہیں۔ اور مَیں اجمالی طور پر ان کو عجیب نُور سے منوّر دیکھتا ہوں۔ اور مَیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ نہایت سعید ہیں اور دُنیا کی روشنی ہیں۔

ایک الہام...... یہ ہے۔ وجاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفرُوا الیٰ یوم القیامۃ۔ یہ الہام اس کثرت سے بار بار ہُوا تھا جس کی تعداد خدا کو ہی معلوم ہے اس میں انواع و اقسام کا وَعدہ ہے۔

غرض کریم میزبان تب کسی کو اپنی طرف بُلاتا ہے کہ جب اس کے طعام کا بندوبست کر لیتا ہے اور وہی لوگ اس کے خوانِ نعمت پر بلائے جاتے ہیں جن کو اس عالم الغیب نے اپنی نظرِ عنایت سے چُن لیا ہے۔ سو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے اُن کو وہ رَدّ نہیں کرے گا اور اُن کے خطیئات کو معاف فرمائے گا اور اُن پر راضی ہوگا کیونکہ وہ کریم ورحیم اور بڑا وفادار اور نہایت ہی محسن مولا ہے......" [1]

(۵)

اسی جلد میں حضرت منشی صاحب کے نام مکتوب ۲ مورخہ ۱۵ر مارچ ۱۸۸۴ء میں حضرت اقدسؑ براہین احمدیہ کے معاونین کی تعداد علاوہ منشی صاحب کے صرف چار بتلاتے ہیں۔ حضرت عرفانی صاحب یہاں توجہ دلاتے ہیں کہ ان میں سے دو حضرت اقدسؑ سے بعد میں الگ ہوگئے۔ ایک نے مخالفت پر کمر باندھی اور دوسرے کو اس کی دوستی نے تباہ کیا۔ سو انسان کبھی اپنی خدمات پر نہ اِترائے۔

(۶)

پھر منشی صاحب کے نام مکتوب نمبر ۳ مورخہ ۲۸ر مارچ ۱۸۸۴ء سے حضرت اقدسؑ کی کمال فروتنی اور معاونین کی قدردانی اور حضور کے قلبِ شکور کا علم ہوتا۔ حضور رقم فرماتے ہیں:-

---

[1] مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم مکتوب نمبر ۱۔

" خداوند کریم کے احسانات کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ جس نے اس احقر العباد کے لئے ایسے دلی احباب میسّر کئے جن کا وجود اس ناچیز کے لئے موجب عزّت و فخر ہے۔ خداوند کریم آپ کو خوش و خرّم رکھے اور آپ کو ان دلی توجّہات کا اجر بخشے۔ یہ عاجز سخت ناکارہ اور حقیر ہے۔ اور حضرت ارحم الراحمین کا سراسر منّت اور احسان ہے کہ اس نالائق پر بغیر ایک ذرّہ استحقاق کے تفضّلاتِ کثیرہ کی بارش کر رہا ہے۔ قصور پر قصور پاتا ہے اور احسان پر احسان کرتا ہے۔ اور ظلم پر ظلم دیکھتا ہے اور انعام پر انعام کرتا ہے۔ فی الحقیقت وہ نہایت رحیم و کریم ہے۔ ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو اُس کا شکر ادا کر سکوں۔ یہ عاجز ہیچ اور ذلیل اور بے بضاعت اور سراسر مفلس ہے۔ اس نے خاک میں مجھے پایا اور اُٹھا لیا۔ اور نالائق محض دیکھا اور میری پردہ پوشی کی۔ میرے ضعف پر نظر کر کے مجھ کو آپ قوّت دی۔ اور میری نادانی کو دیکھ کر مجھ کو آپ علم بخشا۔ میرے حال پر وہ عنائتیں کیں جن کو میں گن نہیں سکتا۔ اور اس کی عنایات کا ایک یہ ظہور ہے کہ آپ جیسے بزرگ بھائیوں کے دلوں میں اس احقر کی محبت ڈال دی۔ سو اس کے احسانات سے یقین* ہے کہ اس حُبّ کو ترقی دے گا اور وہ ان سب پر فضل کرے گا جن کو اس سلک* میں منسلک کیا ہے۔

اس خط کے تحریر کے بعد یہ شعر کسی بزرگ کا الہام ہُوا ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ؎ ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما "

(۷)

حجّ بیت اللہ کے لئے روانہ ہونے کے عزم پر حضرت اقدسؑ نے حضرت منشی صاحب کو مکتوب نمبر ۴ مورخہ ۱۳۰۳ ہجری میں رقم فرمایا:۔

" اب چونکہ خدا تعالیٰ نے زادِ راہ میسّر کر دیا اور عزم مصمّم ہے۔ اور ہر طرح سامان درست ہے۔ اس لئے اب یہ دُعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ سے یہ عمل قبول فرمائے۔ اور آپ کا یہ قصد موجب خوشنودئ حضرتِ عزّ اسمہٗ ہو اور خیر و عافیت اور سلامتی سے جاویں اور خیر و عافیت اور سلامتی سے جاویں اور خیر و عافیت سے بہ تحصیل مرضاۃ اللہ واپس آویں۔ آمین یا ربّ العالمین۔ اور انشاء اللہ یہ عاجز آپ کے لئے بہت دُعا کرے گا۔ اور آپ کے پچیس روپے پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے اس ناکارہ کی بہت مدد کی ہے۔ اور خالصۃً لِلّٰہ اپنے قول اور فعل اور خدمت سے حمایت اور نصرت کا حق بجا لائے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

---

* یہ دو الفاظ "تعلق" اور "ملک" مکتوباتِ احمدیہ میں رقم شدہ ہیں۔ یہ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ یہاں صحیح الفاظ درج کر دیئے گئے ہیں۔

واحسن الیکم فی الدنیا والعقبیٰ۔

دل تو آپ کی اس قدر جدائی سے محزون اور مغموم رہے۔ لیکن آپ جس دولت اور سعادت کو حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں اس فوزِ عظیم پر نظر کرنے سے انشراحِ خاطر ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کا حافظ اور حامی رہے۔ اور یہ سفر من کلّ الوجوہ مبارک کرے آمین۔

اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت میسّر ہو تو اس مقامِ محمود مبارک میں اس احقرِ عباد اللہ کی طرف سے انہی لفظوں سے مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضورِ دل اٹھا کر گذارش کریں کہ :-

"اے ارحم الراحمین! ایک تیرا بندہ عاجز و ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین! تو مجھ سے راضی ہو اور میرے خطیأت اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور اور رحیم ہے۔ اور مجھ سے وہ کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال۔ اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوّت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبّت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبّت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل محبّین میں اُٹھا۔ اے ارحم الراحمین! جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک ...... اور عاجز کے ہاتھ سے حُجّتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر ...... جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پُوری کر۔ اور اس عاجز اور ...... اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی سے ...... حمایت میں رکھ کر دین اور دُنیا میں ان کا متکفّل ...... اور سب کو اپنے دارالرّضا میں پہنچا۔ اور اپنے ...... اور اس کے آل و اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام نازل کر۔ آمین یاربّ العٰلمین۔"

اس مکتوب سے عیاں ہے کہ حضرت اقدسؑ کو یقین ہے کہ جس کام کے لئے آپ مامور ہوئے ہیں۔ دُعاؤں سے نصرتِ الٰہی شامل حال ہو کر آپ اس کام سے عُہدہ برآ ہوں گے۔

"عشرہ اصلاح وارشاد" — ۱۷ر نومبر سے ۲۶ر نومبر تک منایا جا رہا ہے۔ سب عہدیداران مجالس اجتماعی اور انفرادی پروگرام بنا کر کام کروائیں۔ اور سب انصار بھائی ان پروگراموں میں بھرپور حصّہ لیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔

(قائد اصلاح وارشاد انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

وفاتِ مسیحؑ کے بارہ میں حضرت امام مالکؒ کا مسلک

از مکرم شیخ عبدالقادر صاحب۔ لاہور

حضرت امام مالکؒ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اور امام مدینۃ النبیؐ کہلائے۔ آپ وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔ لیکن وفاتِ مسیحؑ کے ساتھ نزولِ مسیحؑ کے بھی ماننے والے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وفاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ میں تطابق کی کیا صورت ہے؟

مالکی سلسلہ کے امام ابن رشدؒ کہتے ہیں کہ مالک کی مراد حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہونے سے ان کا زمین کے عالم سے نکل کر آسمان کے عالم میں پہنچ جانا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ واقعۃً فوت ہو گئے ہوں۔ اور آخری زمانہ میں پھر زندہ ہوں کیونکہ ان کا نزول لازم ہے۔ اس لئے کہ اس پر احادیث متواترہ ہیں ۔۔ العتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا۔ کہ دریں اثنا کہ لوگ نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے۔ کہ اتنے میں ان کو ایک بدلی ڈھانک لے گی ۔ دیکھتے کیا ہیں کہ عیسیٰ نازل ہو چکے ہیں ۔ اور اسی العتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ

"عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔" (شرح مسلم اکمال للمعلم السنوسی جلد اول صفحہ ۲۶۶)

امام ابن رشدؒ نے تطبیق کی جو دو صورتیں بیان کی ہیں۔ وہ بداہت قرآنِ حکیم کے خلاف ہیں ۔ پہلی تاویل یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے خلاف ہے۔ وفات سے مراد رفع نہیں۔

وفات الگ ہے ۔ رفع الگ ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے خطاب یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا میں ایک ہی موت کا ذکر ہے۔ رفع سے پہلے اور رفع کے بعد دو موتوں کا ذکر نہیں ہے۔

دوسری تاویل میں ماننا پڑتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دو موتیں ہیں ۔ ایک رفع سے پہلے۔ اور ایک موت نزول کے بعد جو کہ بالبداہت باطل ہے۔

کسی انسان کے لئے دو موتیں تجویز کرنا، حضرت امام مالک جیسی جیّد شخصیت سے متوقع نہیں ہو سکتا۔

اس عقدہ کا حل "موطا" سے ہمیں ملتا ہے۔ دوسری صدی ہجری میں حدیث کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک معرضِ وجود میں آئی۔ مؤطا کی تصنیف کا زمانہ ۱۳۰ھ سے ۱۴۰ھ ہے۔

امام صاحب نے یہ کتاب مدوّن کر کے مختلف دیار و امصار کے ستّر علماء کے سامنے اسے پیش کیا۔ سب نے اس پر اتفاق کیا۔ لہٰذا اس کا نام ہی مؤطا رکھا گیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ۔ وہ کتاب جس پر اتفاق کیا گیا۔

دس ہزار احادیث میں سے امام صاحب نے اس کتاب کے لئے ۱۷۲۰ احادیث منتخب فرمائیں۔
یہ عجیب بات ہے کہ نزولِ مسیح کے باب میں اور کوئی حدیث نہیں لائے۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک کشف لائے ہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ کشف تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ لہٰذا نزولِ مسیح بھی قابلِ تعبیر و تاویل ہے۔ کشف یہ ہے :۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے۔

میں نے اپنے آپ کو آج رات کعبہ کے پاس پایا۔ پھر میں نے ایک مرد دیکھا۔ جو نہایت اعلیٰ گندم گوں رنگ کا تھا۔ اس کے نہایت اچھے بال تھے۔ جو کانوں کی لَو تک آتے تھے۔ جنہیں کنگھی کیا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ دو شخصوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا۔ تو مجھے بتایا گیا۔ کہ وہ مسیح ابنِ مریم ہے ـــ پھر میں نے ایک اور شخص دیکھا۔ جس کے گھنگھریالے بال تھے۔ دائیں آنکھ سے کانا گویا اس کی آنکھ انگور کی مانند تھی۔ جس میں کوئی روشنی نہ تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ تو جواب ملا۔ کہ المسیح الدجّال ہے۔

حضرت امام مالکؒ کی طرف سے روایات کے انبار میں سے ایک کشفی نظّارے کو قبول کرنا ظاہر کرتا ہے کہ نزولِ مسیح دراصل تعبیر طلب ہے۔ بعینہٖ نہیں ہے اور پھر ـــ علماءِ سلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کشف تعبیر طلب ہے۔ تعبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین کے گرد اس کی حفاظت اور قیام کے لئے پھریں گے۔ اور دجّال خلل و فساد کے لئے ـــ کیونکہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔

(ملاحظہ ہو۔ مظاہرِ حق شرح مشکوٰۃ۔ للعلامہ قطب الدین جلد ۴ صـ۳۷۲ ـ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مُلّا علی قاری جلد ۵ صـ۲۱۹)

سوال یہ ہے کہ

جیسے کشف میں دوسرے اُمور تعبیر طلب ہیں۔ اسی طرح عیسیٰ اور مسیح الدجّال کیوں قابلِ تعبیر نہیں ہیں۔ جیسے خواب میں کعبہ سے مراد دین ہے۔ طواف سے مراد دین کی حفاظت کے لئے پہرہ دینا۔ اسی طرح عیسیٰ سے مراد عیسیٰ کی رُوح لے کر اس کے قدم پر آنے والا وجود اور دائیں آنکھ سے کانے اور مسیح الدجّال سے مراد دین میں خلل و فساد پیدا کرنے والے وجود ـــ کیوں مراد نہیں لئے جا سکتے۔

پس حضرت امام مالکؒ کی طرف سے نزولِ مسیح کی دوسری احادیث سے قطع نظر، اس حدیث کو قبول کرنا جس میں کشفی منظر ہے۔ معنی خیز ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس انتخاب میں سکوت ہے۔ لیکن اس سکوت میں اشارہ ہے کہ معاملہ تعبیر طلب ہے۔ نزول

سے بعینہٖ نزول مراد نہیں۔ بلکہ پیکرِ ہدایت اور پیکرِ ضلالت کی آویزش کو نزولِ مسیح اور خروجِ دجّال سے تعبیر کیا گیا۔ بایں صورت وفاتِ مسیح اور نزولِ عیسیٰ دونوں باتیں تطبیق پا جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں آٹھویں صدی ہجری کا ایک حوالہ سنگِ میل ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:۔

امام سراج الدین ابن الوَرْدی وفات ۷۴۹ھ خود حیاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ لیکن آپ نے دوسرے مسالک کا بھی واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"پھر تاویل کرنے والوں نے نزولِ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں اکثر نے جو زیادہ سزاوارِ تصدیق ہیں۔ یہ کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام بذاتہٖ دُنیا میں واپس آئیں گے۔

اَور ایک اَور گروہ نے نزولِ عیسیٰ سے ایک ایسے شخص کا ظہور مراد لیا ہے۔ جو فضل و شرف میں عیسیٰ علیہ السّلام کے مشابہ ہوگا۔ جیسے تشبیہ دینے کے لئے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیتے ہیں۔ مگر اس سے مُراد فرشتہ یا شیطان کی ذات نہیں ہوتی۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی رُوح ایک شخص کے جسم میں آئے گی۔ جس کا نام عیسیٰ ہوگا۔ اور آخری دو رائیں بے حقیقت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔"

(خریدۃ العجائب و فرید الغرائب صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ التقویم العلمی مصر)

ان شواہد کی موجودگی میں امام مالکؒ کا مسلک اخفاء سے نکل کر اظہار میں آجاتا ہے ۔۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ ۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اور آنے والا رُوحِ عیسیٰ لے کر آئے گا۔ اور کعبۂ اسلام کی حفاظت کرے گا۔ اور مسیح الدجّال (پیکرِ ضلالت) کو نیست و نابود کردے گا۔

برسبیلِ تذکرہ یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہوگا۔ کہ حضرت امام مالکؒ جیسے وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابنِ عباسؓ بھی وفاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کے ماننے والے تھے۔ امام ابنِ حزم نے اپنی کتاب "المحلّٰی" میں وفاتِ مسیح کو مانا ہے۔ اور اِسی کتاب میں نزولِ مسیح کا بھی ذکر ہے۔

ان بزرگوں نے نزولِ مسیح کی تعبیر میں سکوت اختیار فرمایا۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں اخفاء ہوتا ہے۔ اور اپنے وقت پر ان کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے نزولِ مسیح کی احادیث متواترہ میں سے ایک کشف کو منتخب کرکے یہ اشارہ کر دیا کہ نزولِ مسیح تعبیر طلب ہے ۔۔ امام ابنِ حزم نے مکمل سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن وفاتِ مسیح کا بڑے حتمی رنگ میں اعلان کر دیا ۔۔ ظاہر ہے کہ جو وفاتِ مسیح کا قائل ہوگا ۔۔ وہ نزولِ مسیح کو قابلِ تعبیر سمجھے گا۔ ورنہ اس تضاد کا حل ممکن نہیں۔

اس مختصر نوٹ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے مولوی محمد یوسف

صاحب لدھیانوی کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے ۔ " نزول عیسیٰ علیہ السلام "۔ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ صدرِ اوّل کے بزرگ اگر وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ تو اس کے ساتھ ہی نزولِ عیسیٰ کے ماننے والے بھی ہیں۔ ان کا عقیدہ غالباً یہ تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور دوبارہ زندہ کر کے دُنیا کی طرف بھیجے جائیں گے ۔ لیکن مولوی صاحب خود ہی لکھتے ہیں۔ کہ

" عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دو موتیں تجویز کرنا، حضرت امام مالکؒ سے متوقع نہیں ہو سکتا " بروئے أفما نحن بميتين إلّا موتتنا الأولى ۔ (صافات ۵۹، ۶۰)

پھر لکھتے ہیں:۔ " سیّد سلیمان ندوی نے اپنے ایک مکتوب میں حیرانی کا اظہار کیا ہے۔ کہ ابنِ حزم، وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ ساتھ نزول کے بھی " (مکاتیبِ اقبال جلد اوّل ص ۱)

اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے دراصل وفاتِ مسیح کا اعلان قرآنِ حکیم کی آیات پیش کر کے کیا۔ اور نزولِ مسیح کے لئے احادیث کو پیش کیا۔ اور اس کی تعبیر حوالہ بخدا کر دی۔ اور مکمل سکوت اختیار فرمایا ۔ لیکن پردۂ اخفا میں جو بات چھپی ہوئی ہے۔ اس کا اظہار علامہ ابن الوردی نے کر دیا۔ کہ وفاتِ مسیح کے ماننے والے نزولِ عیسیٰ کی تعبیر کرتے تھے۔ کہ اس سے مراد مثیلِ عیسیٰ ہے یا عیسیٰ کی رُوح لے کر آنے والا ۔ اُمّتِ محمدیّہ کا فرد مراد ہے ۔

پس مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی کا ادّعا کہ یہ سب بزرگ بعینہٖ حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے قائل تھے۔ سراسر غلط دعویٰ ہے ۔

نتیجہ مقابلہ انعامی وظیفہ انصاراللہ برائے اطفال الاحمدیہ سال ۱۹۸۳ء

اطفال الاحمدیّہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۳ء پر انصاراللہ مرکزیّہ کے زیرِ اہتمام منعقد کئے گئے مقابلہ دینی معلومات میں پُورے مُلک سے کُل ۲۸ نمائندہ اطفال نے حصّہ لیا۔ مندرجہ ذیل اطفال نے اول دوم اور سوم پوزیشن حاصل کی اور انعامی وظیفہ بالترتیب مبلغ ۲۴۰/- روپے ، ۱۲۰/- روپے اور ۵۰/- روپے کے مستحق قرار پائے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے دستِ مبارک سے ان بچوں کو انعام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان عزیزان کو یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

۱۔ عزیز اظہر محمود ناصر صاحب ابن شیخ ناصر احمد صاحب شہید مجلس اطفال الاحمدیہ اوکاڑہ	اوّل
۲۔ " مرزا تقی الدین احمد صاحب مجلس اطفال الاحمدیّہ حلقہ مسجد مبارک ربوہ	دوم
۳۔ " فضل کریم صاحب مجلس اطفال الاحمدیّہ کرتو ضلع شیخوپورہ سوم	سوم

(قائد تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیّہ ربوہ)

ہمارا سالانہ اجتماع اور اُس کی چند جھلکیاں

یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ امسال سالانہ اجتماع کی حاضری پچھلے سارے سالوں سے بڑھ کر تھی۔ گذشتہ سال ربوہ کے ۱۸۸۳ انصار حاضر تھے جبکہ امسال ۲۱۱۲ ۔ گذشتہ سال ۶۶۲ مجالس شامل تھیں۔ اس سال بفضلہ تعالیٰ ۷۱۶ مجالس۔ گذشتہ سال بیرون از ربوہ انصار کی تعداد افتتاحی اجلاس کے وقت ۲۳۲۱ تھی جب کہ امسال یہ تعداد ۲۵۰۲ ہے۔ ممالک بیرون سے گذشتہ سال ۸ مجالس آئی تھیں۔ امسال چھ آئی ہیں۔ تعداد نمائندگان پچھلے سال بھی نو تھی امسال بھی نو۔ سائیکل پر امسال لمبا سفر کر کے آنے والوں کو عمداً روک دیا تھا تاہم پچھلے سال ۱۹۷ انصار سائیکلوں پر آئے۔ امسال ۳۵۹ انصار سائیکلوں پر آئے۔ پچھلے سال سب سے لمبا سائیکل سفر بیاسی سال کے ایک دوست نے کیا تھا۔ اس سال پچاسی سال کی عمر کے دوست آئے۔ حضور نے جب اس خوش بخت کو آخری اجلاس میں انعام کے لئے بلایا اور اُن کے ہاتھ میں الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی انگوٹھی پہنائی تو وہ اپنے آقا سے بغل گیر ہو گئے۔ حضور بھی خوب مسکرائے اور حاضرین اس کی خوش بختی پر رشک کرنے لگے۔ اس موقع پر پانچ احباب کو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے انگوٹھیاں پہنائیں۔ ان میں سے ایک دوست ایک ٹانگ سے معذور تھے۔

حضور کے خطابات اس اجتماع کی رُوح تھے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک دوست سے جو پہلی بار مرکزی اجتماع میں شریک ہُوا تھا، جب اجتماع کے بارہ میں اُن کے تاثرات دریافت فرمائے تو اس نے کہا حضور حسرت ہوئی ہے کہ اب تک کیوں شریک نہ ہُوا۔ ایسے قیمتی لمحات ضائع ہوئے۔

تہجد میں ربوہ کے دُور دراز محلہ جات سے بھی کچھ احباب شریک ہوتے۔ بیرون احباب سے آئے ہوئے انصار بزرگ زیادہ تعداد میں شریک ہوئے۔ تر آنکھوں سے اسلام کے غلبہ اور خدا کی محبت کے حصول کی دُعائیں مانگتے۔ اور پھر وہاں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد قریباً دو گھنٹہ تک بیٹھے قرآن و حدیث، ملفوظات اور سیرت پر تقاریر سُنتے۔

دوسرے روز پیارے آقا کے ساتھ آپ کے ساڑھے چار ہزار انصار نے کھانا کھایا اور حضور کے دَورہ کے حالات حضور کی زبان مبارک سے سُنے۔ یہ نظارہ کتنا ایمان افروز اور خوشکن تھا۔ آقا اور آپ کے خادم انصار ایک وسیع پنڈال میں کھانا کھا رہے ہیں۔ کوئی شور نہیں۔ کوئی آواز نہیں آتی۔ خدّام کس جذبہ کے تحت اپنے بزرگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ کھانے والے کھانا کھا رہے تھے لیکن نگاہیں اُس رُخِ محبوب پر لگی ہوئی تھیں۔ اللّٰھم ایّد الاسلام والامام والمسلمین۔

آخری اجلاس میں پانچ ہزار چورانوے زائرین و نمائندگان کو ٹکٹ اشو کئے گئے۔

چاروں طرف تعمیر کرو ایسی پکّی دیواریں

نتیجۂ فکر جناب سلیم شاہجہانپوری نواب شاہ ۔ سندھ

جوشِ غضب کی دیواریں اور ظُلم وحَسد کی دیواریں
راہِ فنا میں ہم نے توڑیں کیسی کیسی دیواریں

بُغض وحَسد کو دل سے نکالو، دشمن کو بھی پیار کرو
علم کی اک ٹھوکر سے گرا دو جہل کی ساری دیواریں

ذوقِ نمود وشوقِ نمائش حسرتِ عیش وکیفِ خودی
راہِ طلب میں حائل دیکھیں دیواریں ہی دیواریں

کبر واَنا کی دیواروں کو توڑنا اتنا سہل نہیں
ورنہ ہم خاطر میں نہ لاتے ایسی ویسی دیواریں

یہ میرے کمزور ارادے دل کے محافظ کیسے نہیں
گھر کا تحفظ کیسے کریں یہ ہلکی پھُلکی دیواریں

حسرت وارمان کی بستی میں ہم خود ہی محصور ہوئے
اپنے گرد چُنی ہیں ہم نے آپ ہی اپنی دیواریں

کتنے سکوں پرور تھے وہ مسکن جن کو وطن میں چھوڑ آئے
بانسوں کے اوپر کھپّریلیں، ٹیڑھی میڑھی دیواریں

اس کے سوا کیا تم کو ملے گا ناداروں کی بستی میں
چند خس وخاشاک کے چھپّر، کچّی پکّی دیواریں

جوشِ خرد میں کس جاہل نے گلشن کا یہ حال کیا
ہر گوشے سے جھانک رہی ہیں چھوٹی چھوٹی دیواریں

اپنے وطن کی دیواروں سے دشمن بھی سر پھوڑ مرے
چاروں طرف تعمیر کرا دو ایسی پکّی دیواریں

خواہش وارماں ساتھ چلیں گے آپ جہاں بھی جائیں سلیم
آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گی یہ لمبی لمبی دیواریں

اپنا عمل صحیح طور پر کرنے کے قابل نہ ہو۔

بیماری کی حالت کا اظہار مندرجہ ذیل صورتوں میں ہو سکتا ہے:۔

(۱) اوّل پیدائشی طور پر جسم کے کسی عضو میں صحیح عمل کی طاقت مفقود ہو سکتی ہے۔ اس طریقہ پر پیدائشی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بیماریاں نطفہ میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ نطفہ میں خرابی کئی ذرائع سے پیدا ہو سکتی ہے۔ حمل کے پہلے تین ماہ ایک بہت ہی ضروری حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ جسم کے ضروری اعضاء کی بنیاد اس عرصہ میں پڑتی ہے۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں کسی قسم کا ضعف نطفہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس کی نشوونما پر اثر ڈال سکتا ہے۔ مثلاً بعض VIRDSSE کی INFECTION خصوصاً خسرہ یعنی GERMAN حمل کے پہلے تین ماہ میں اگر والدہ کو پکڑلے تو بچے میں پیدائشی دل کی بیماری۔ آنکھ کا موتیا۔ اور بہرہ پن پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آغازِ حمل میں بعض ادویات کا استعمال نطفہ کی نشوونما پر بالخصوص ہڈیوں اور پٹھوں کی بناوٹ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ پس حمل کے دوران بچے کی نشوونما کے لئے ضروری ہے کہ والدہ ہر قسم کی INFECTION سے اپنا بچاؤ کرے۔ ادویات کے استعمال سے گریز کرے۔ اس کے علاوہ عام طور پر جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

(۲) دوسری صورت بیماری کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ ماں یا باپ یا دونوں کسی بیماری میں مبتلا ہیں اور یہ بیماری آگے چل کر بچے کو ایک طرح ورثہ میں مل جاتی ہے۔ ذیابیطس۔ کسی حد تک دل کی بیماری۔ ہائی بلڈ پریشر۔ دمہ گردے میں پتھری۔ گنٹھیا۔ مرگی وغیرہ انسان کو والدین سے ورثہ میں مل سکتے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک ہی بیماری کا حامل ہے تو آئندہ نسل میں بیماری کے جانے کا موقعہ کم ہوگا۔ لیکن اگر دونوں والدین بیماری میں مبتلا ہیں تو آئندہ نسل میں بیماری کے جانے کے مواقع بڑھ جائیں گے۔ مثلاً اگر دونوں والدین ذیابیطس کے مریض ہیں تو اُن کی اولاد میں ذیابیطس کی بیماری کے پیدا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ بہ نسبت اُس حالت کے کہ ماں باپ میں سے ایک ہی اس بیماری کا مریض ہے۔ پس ورثہ میں ملنے والی ان بیماریوں کا انسداد کسی حد تک اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ رشتہ طے کرتے وقت حسب و نسب کو دیکھا جائے صحت کے لحاظ سے۔ ایسا کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف نہ ہوگا بلکہ عین اس کے مطابق ہوگا۔

(۳) تیسری صورت بیماری کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ جسم کے اندر بیماری پیدا کرنے والے جراثیم یا کیڑے جن میں VIRUSE - BAZTERIA اور WORMS شامل ہیں داخل ہو جاتے ہیں اور انفیکشن پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اجرام سانس کے ذریعہ یا کھانے کی چیزوں کے ذریعہ جسم کے اندر جاتے ہیں۔ فلو۔ چیچک۔ خسرہ کان پیڑے وغیرہ کے VIRUSES سانس کے ذریعہ چھوٹے چھوٹے قطروں یعنی DROPLETS کی شکل

میں جسم کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پیچش اور ہیضہ کے جرم اور یرقان کے VIRUS غذا کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ بعض جراثیم جسم کے اندر کیڑوں کے کاٹنے سے داخل ہوتے ہیں مثلاً مچھر کے کاٹنے سے ملیریا ہوتا ہے اور پسّو کے کاٹنے سے طاعون۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ عام گھریلو مکھی فضلہ پر، گندگی اور کوڑ کرکٹ پر بیٹھ کر جراثیم اُٹھا لیتی ہے اور بعد میں خورد و نوش کی چیزوں پر بیٹھ کر وہ جراثیم ان اشیاء میں منتقل کر دیتی ہے۔ جب انسان ان اشیاء کو کھانے پینے کے استعمال میں لاتا ہے تو بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ کی دلچسپی کے لئے بتاتا ہوں کہ ہزاروں جراثیم مکھی اپنے اندر رکھ سکتی ہے۔ اور یہ مکھی اگر ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی کھانے والی پلیٹ۔ چمچے یا آپ کی غذا کو چھو جائے تو بیماری والے جراثیموں کو ان چیزوں میں منتقل کر دیتی ہے۔ اور جب آپ بظاہر صاف چمچے کو اور پلیٹ کو اور اس کے اندر غذا کو استعمال کرتے ہیں تو ان جراثیموں کی وجہ سے GASTRO ENTERIS میں یا پیچش میں ٹائیفائڈ میں یا HEPETIS میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ شخص مثلاً آپ کا خانساماں جو کھانے والی اشیاء اور برتنوں کو HANDLE کرتا ہے۔ اُس کی اُنگلی پر اگر ایک چھوٹا سا زخم ہے جو بظاہر اس کے لئے تکلیف دہ نہیں لیکن اُس کے اندر ہزاروں جراثیم ہونگے جو کھانے پینے میں استعمال کی اشیاء میں منتقل ہو کر آپ کے جسم میں داخل ہوں گے۔ اور بیماری پیدا کریں گے۔ پس انفیکشن سے یعنی جراثیموں سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچنے کے ذرائع یہی ہیں کہ اپنے ماحول کو صاف رکھا جائے۔ ایسے انتظامات کئے جائیں کہ مکھی مچھر اور دوسرے کیڑے پرورش نہ پا سکیں۔

(۴)۔ چوتھی صورت بیماری کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ انسان کی غذا جو کہ اس کی نشو و نما کے لئے اور اُس کے اعضاء کی بحالی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا استعمال صحیح نہیں ہو رہا۔ یہ تین حالتوں میں ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ غذا جسم کی ضروریات کے مقابلہ میں کافی نہیں ان کو UNDER NUTRITION کہیں گے۔

دوسری حالت میں غذا ضروریات کے لئے ہے تو کافی لیکن اُس کے اندر وہ اجزاء جو کہ جسم کی پرورش کے لئے از حد ضروری ہیں وہ صحیح مقدار میں شامل نہیں۔ یعنی غذا کی QUALITY خاطر خواہ نہیں۔ اس کو MALNUTRITION کہتے ہیں۔ مثلاً غذا میں اگر PROTEIN کی کمی ہے تو خون صحیح نہیں بنے گا۔ اسی طرح VITAMIN کی کمی سے بعض بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ پس غذا کا نہ صرف مقدار میں یعنی کوالٹی میں تسلّی بخش ہونا ضروری ہے بلکہ مختلف اجزاء کی مقدار کا یعنی کوالٹی کا تسلّی بخش ہونا بھی ضروری ہے۔

تیسری حالت یہ ہو سکتی ہے کہ انسان اپنی ضروریات سے زیادہ غذا حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور موٹاپا کی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ موٹاپا بذاتِ خود ایک بیماری ہے اور اس موضوع پر میں چار سال قبل

میں جسم کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پیچش اور ہیضہ کے جرم اور یرقان کے VIRUS غذا کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ بعض جراثیم جسم کے اندر کیڑوں کے کاٹنے سے داخل ہوتے ہیں مثلاً مچھر کے کاٹنے سے ملیریا ہوتا ہے اور پسّو کے کاٹنے سے طاعون۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ عام گھریلو مکھی فضلہ پر، گندگی اور کوڑ کرکٹ پر بیٹھ کر جراثیم اُٹھا لیتی ہے اور بعد میں خورد و نوش کی چیزوں پر بیٹھ کر وہ جراثیم ان اشیاء میں منتقل کر دیتی ہے۔ جب انسان ان اشیاء کو کھانے پینے کے استعمال میں لاتا ہے تو بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ کی دلچسپی کے لئے بتاتا ہوں کہ ہزاروں جراثیم مکھی اپنے اندر رکھ سکتی ہے۔ اور یہ مکھی اگر ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی کھانے والی پلیٹ۔ چمچے یا آپ کی غذا کو چھو جائے تو بیماری والے جراثیموں کو ان چیزوں میں منتقل کر دیتی ہے۔ اور جب آپ بظاہر صاف چمچے کو اور پلیٹ کو اور اس کے اندر غذا کو استعمال کرتے ہیں تو ان جراثیموں کی وجہ سے GASTRO ENTRIS میں یا پیچش میں ٹائیفائڈ میں یا HEPETIS میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ شخص مثلاً آپ کا خانساماں جو کھانے والی اشیاء اور برتنوں کو HANDLE کرتا ہے۔ اُس کی اُنگلی پر اگر ایک چھوٹا سا زخم ہے جو بظاہر اس کے لئے تکلیف دہ نہیں لیکن اُس کے اندر ہزاروں جراثیم ہونگے جو کھانے پینے میں استعمال کی اشیاء میں منتقل ہو کر آپ کے جسم میں داخل ہوں گے۔ اور بیماری پیدا کریں گے۔ پس انفیکشن سے یعنی جراثیموں سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچنے کے ذرائع یہی ہیں کہ اپنے ماحول کو صاف رکھا جائے۔ ایسے انتظامات کئے جائیں کہ مکھی مچھر اور دوسرے کیڑے پرورش نہ پا سکیں۔

(۴)۔ چوتھی صورت بیماری کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ انسان کی غذا جو کہ اس کی نشو و نما کے لئے اور اُس کے اعضاء کی بحالی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا استعمال صحیح نہیں ہو رہا۔ یہ تین حالتوں میں ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ غذا جسم کی ضروریات کے مقابلہ میں کافی نہیں ان کو UNDER NUTRITION کہیں گے۔

دوسری حالت میں غذا ضروریات کے لئے ہے تو کافی لیکن اُس کے اندر وہ اجزاء جو کہ جسم کی پرورش کے لئے از حد ضروری ہیں وہ صحیح مقدار میں شامل نہیں۔ یعنی غذا کی QUALITY خاطر خواہ نہیں۔ اس کو MALNUTRITION کہتے ہیں۔ مثلاً غذا میں اگر PROTEIN کی کمی ہے تو خون صحیح نہیں بنے گا۔ اسی طرح VITAMIN کی کمی سے بعض بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ پس غذا کا نہ صرف مقدار میں یعنی کوالٹی میں تسلی بخش ہونا ضروری ہے بلکہ مختلف اجزاء کی مقدار کا یعنی کوالٹی کا تسلی بخش ہونا بھی ضروری ہے۔

تیسری حالت یہ ہو سکتی ہے کہ انسان اپنی ضروریات سے زیادہ غذا حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور موٹاپا کی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ موٹاپا بذاتِ خود ایک بیماری ہے اور اس موضوع پر میں چار سال قبل

ایک تقریر کر چکا ہوں ۔ اس وقت اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ اسلام کے بعض اصول ہمیں غذا کے صحیح استعمال میں مدد دے سکتے ہیں ۔ مثلاً غذا حلال بھی ہو اور طیّب بھی ۔ حلال چیز کا غلط استعمال اس کو غیر طیّب بنا دے گا ۔ ضروری ہے کہ انسان اعتدال پر قائم رہے ۔ غیر طیّب غذا انسان کے جسم کے لئے کارآمد ثابت نہ ہوگی ۔ اور اُسے نقصان پہنچائے گی ۔ مثلاً اگر میٹھا حد سے زیادہ کھایا جائے گا تو ہو سکتا ہے ذیابیطس پیدا کر دے اس لئے میٹھا کا استعمال اگر ضرورت سے زیادہ ہوگا تو وہ غیر طیّب بن جائے گا ۔ ایک آدھ آم کھانا طیّب ہے لیکن ایک ہی نشست میں ساٹھ ساٹھ آم کھا لینا اعتدال سے دُور جانا ہے اور حلال غذا کو غیر طیّب بنانا ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہدایت ہے کہ بھوک رکھ کر کھانا کھاؤ ۔ اگر اس ہدایت پر عمل ہو تو یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ وزن بڑھتا جائے ۔ اور موٹاپا جو کئی بیماریوں کی خصوصاً ذیابیطس ۔ دل کی بیماری ۔ ہائی بلڈ پریشر اور پیٹ کی بیماریوں کی جڑ ہے پیدا ہو ۔ اسی طرح تحریک جدید کے غذا کے متعلّق اصولوں پر عمل کر کے ہم نہ صرف اسراف سے بچیں گے بلکہ حفظانِ صحت کو بھی پا لیں گے ۔ یاد رہے کہ ایک نشست میں زیادہ کھانے سے دورانِ خون اور دل پر بھی بُرا اثر پڑ سکتا ہے ۔ ایک اور اُصول کھانے کا یہ ہے کہ غذا آہستہ آہستہ تسلّی کے ساتھ چبا کر نگلی جائے ۔ اس طرح ہاضمہ دُرست رہتا ہے ۔ گیس کم بنتی ہے اور انتڑیوں پر بوجھ نہیں پڑتا ۔ اور وقت لگا کر کھانے سے بھُوک رکھ کر کھانے میں مدد ملتی ہے ۔

جب کہ غذا کے مضمون کا ذکر ہو رہا ہے یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک عام دفتر میں کام کرنیوالے انسان کو تقریبًا ۱۵۰۰ کیلوریز روزانہ درکار ہے جبکہ ایک مزدور محنت کش کو ۲۰۰۰ سے ۳۰۰۰ تک کی ضرورت ہے ۔ ایک چائے کی چمچی کے برابر چینی ۶۰ کیلوریز اپنے اندر رکھتی ہے ۔ ایک کوکا کولا کی بوتل تقریبًا ۸۰ کیلوری ایک پھلکا ۱۰۰ کیلوریز ایک عام سائز کا بسکٹ ۴۰ کیلوری ایک کیلا ۸۰ کیلوری ایک ڈبل روٹی کا سلائس ۷۰ کیلوریز آئس کریم کا کپ ۱۴۰ کیلوریز وغیرہ وغیرہ ۔ پس اگر ایک کرسی میز پر کام کرنے والے صاحب دن میں چھ پیالی چائے پیتے ہیں اور ہر پیالی میں دو دو چمچی چینی استعمال کرتے ہیں تو اُن کو ۷۲۰ کیلوریز یعنی اپنی کُل کا آدھا حصّہ تو اپنی چائے کے استعمال سے ہی مل جاتا ہے ۔ مزید غور اس موضوع پر آپ خود کر سکتے ہیں ۔ انصار اللہ کے ممبران کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تقریبًا ۲۵ سال تک انسان کی نشوونما پوری ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جسم کو غذا کی اس قدر ضرورت نہیں ہوتی جتنی اوائل عمر میں ۔ لیکن عمومًا ہوتا یہ ہے کہ کھانے کے مشغلے زیادہ ۳۰ سال کی عمر کے بعد شروع ہوتے ہیں ۔ اس وجہ سے ۳۰ سال کی عمر کے بعد وزن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کو MIDDLE AGE SPREAD کہا جاتا ہے ۔

پچھلے چند سالوں کی تحقیقات اور ریسرچ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ غذا میں پھوک یعنی FIBRE کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ غذا میں FIBRE کے ہونے کی وجہ سے انتڑیوں کی حرکت صحیح طریقہ پر ہوتی ہے۔ قبض نہیں ہوتی اور گیس نہیں بنتی۔ اس کے علاوہ FIBRE خون میں CHOLESTEROL یعنی چربی کو بڑھنے سے بھی روکتا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں CHOLESTROL دل کی بیماری کے ظاہر ہونے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے علاوہ FIBRE بواسیر کے ظاہر ہونے سے بھی بچاتا ہے۔ اور کہتے ہیں انتڑیوں کے کینسر سے بھی بچاتا ہے۔

(۵)۔ میں پھر اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پانچویں صورت بیماری کی حالت پیدا ہونے کی یہ ہے کہ انسانی جسم کے قویٰ کو صحیح استعمال میں نہیں لانا اور جسم کے قویٰ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک مشین یا موٹر کو چلایا نہیں جائے گا تو اُس کے پُرزے جام ہوجائیں گے۔ اسی طرح اگر انسان اپنی سُستی کی وجہ سے اپنے قویٰ سے پورا فائدہ نہیں اُٹھاتا تو وہ بے کار ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر دفتر میں کام کرنے والا آدمی سارا دن بیٹھ کر گذار دیتا ہے اور ورزش نہیں کرتا تو نہ صرف اس کے جوڑ اور پٹھے اکڑ جائیں گے بلکہ اُسے آکسیجن کی بھی کمی ہوگی اور اس کا دل اور شریانیں بھی اس حد تک کام کرنے کے قابل نہ بن سکیں گی کہ جس حد تک اُن میں کام کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہی اصُول پھیپھڑوں کے کام کرنے پر بھی عائد ہوتا ہے۔ پس ورزش اور کھیل کود انسان کی صحت کے لئے از حد ضروری چیزیں ہیں۔ اور عمر کے بڑھنے کے ساتھ ان کی ضرورت بڑھتی چلی جاتی ہے کم نہیں ہوتی۔ زیادہ کارآمد وہ ورزش ہے کہ جس میں جسم کے اندر آکسیجن زیادہ جائے اور CARBEN DIOXIPE باہر نکلے۔ مثلاً تیز چلنا۔ سائیکل سواری اور تیراکی۔ ان اقسام کی ورزش دل کی اور پھیپھڑوں کی بیماریوں کے پیدا ہونے میں روک ہے۔

(۶)۔ چھٹی صورت بیماری کی حالت پیدا ہونے کی یہ ہے کہ جسم کے اندر دفاعی طاقتیں جو خدا کی طرف سے رکھی جاتی ہیں وہ یا تو ٹھیک طریقہ سے پیدا نہیں ہوتیں یا وہ کسی وجہ سے زائل ہو گئی ہیں۔ بعض INFECTIN اس طریقہ پر پیدا ہوتی ہیں اور بعض اقسام کے کینسر بھی اس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی بیماریاں AUTOIMMUN DISEASE کہلاتی ہیں۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ اس پر بحث کا وقت نہیں۔

(۷) آخر میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج میری کوشش یہ ہے کہ آپ کو صحت جسمانی کے چند اصولوں سے آگاہ کروں۔ ان چند باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ خود اپنی صحتوں کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔
ایک اور اہم صورت بیماری کی حالت پیدا ہونے کی یہ ہے کہ نفسیاتی سطح پر انسان صحیح حالت میں نہیں ہے۔

نفسیاتی خرابیوں کا اثر جسم کے مختلف اعضاء پر پڑ سکتا ہے۔ مثلاً فکر کی حالت میں دماغ پر بوجھ ہونے کی حالت میں DEPRESSION وغیرہ میں انسان کے جسم کے مختلف عضو صحیح کام نہیں کریں گے۔ اسی وجہ سے نفسیاتی بیماریوں میں پیٹ کی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ دل کے اوپر دباؤ کا احساس ہوتا ہے۔ سانس پھولنا شروع ہو جاتا ہے یا دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ چکر آنے لگتے ہیں۔ ان کیفیتوں کو PSYCHOSMATIC DISEASF کہا جاتا ہے۔ معدہ میں پھوڑا یعنی STOMACHULCER ایک خاص قسم کی ہیجش نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔

نتیجہ امتحانات انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۸۳ء

سال ۱۹۸۳ء کے دوران مرکزی امتحانات انصار اللہ میں مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل۔ سالانہ اجتماع ۱۹۸۳ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اپنے دست مبارک سے ان میں انعامات تقسیم فرمائے۔

امتحان سہ ماہی اوّل ۱۹۸۳ء تعداد کل امتحان دہندگان :- ۲۰۳۸

۱۔ مکرم قریشی نور الحق صاحب تنویر مجلس دار الرحمت شرقی الف ربوہ — اوّل

۲۔ مکرم صاحبزادہ عبد السلام صاحب ایبٹ آباد — دوم

۳۔ مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب حیدر آباد — سوم

امتحان سہ ماہی دوم ۱۹۸۳ء تعداد کل امتحان دہندگان :- ۱۵۶۴

۱۔ مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب دار الرحمت غربی ربوہ — اوّل

۲۔ مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب دار الصدر ربوہ — دوم

۳۔ مکرم ماسٹر محمد نواز صاحب اڈو — لاڑکانہ — سوم

امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۸۳ء تعداد کل امتحان دہندگان :- ۱۱۹۸

۱۔ مکرم پروفیسر محمد سلطان اکبر صاحب بہاول پور — اوّل

۲۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب قادیانی احمد نگر — دوم

۳۔ مکرم ملک لطیف احمد صاحب سرور شیخوپورہ — سوم

اللہ تعالیٰ ان تمام انصار کو یہ اعزاز مبارک فرمائے آمین۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

مظفر شہید کے بھائی ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا خط ایڈیٹر کے نام

ستمبر ۱۹۸۳ء کا رسالہ نظر سے گزرا۔ ڈاکٹر مظفر احمد شہیدؓ کے بارے میں آپ کا اداریہ پڑھا۔ دو باتوں کے متعلق اصل واقعہ عرض ہے۔

(۱)۔ خاکسار (ڈاکٹر سعید احمد) کا شہید مرحوم چھوٹا بھائی ہے۔ ہماری والدہ (امانت بی بی عمر ۷۴ سال) اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں چل پھر لیتی ہیں۔ صحت کمزور ہے، نظر بھی کمزور ہے۔ لیکن چیزوں کی پہچان کر لیتی ہیں۔ منظفر شہیدؓ کا تابوت چونڈہ میں کھولا نہیں گیا۔ اور بھاری ہونے کی وجہ سے (وزن ۴۵۰ پونڈ) ویگن سے نیچے نہیں اتارا جا سکا۔ ہماری والدہ نے بڑے حوصلے سے یہ صدمہ برداشت کیا اور کسی رشتہ دار عورت کو بھی روتے نہیں دیا۔ ہماری والدہ نے یہ کہہ کر سب کو حوصلہ دیا کہ مظفر کو اللہ نے اپنی گود میں لے لیا ہے۔

(۲) ہمارے والد محترم ماسٹر رشید احمد صاحب مرحوم ۱۲ جنوری ۱۹۸۰ء کو اللہ تعالیٰ کے ہاں چلے گئے تھے۔ مذکورہ فقرہ شہید کے بڑے بھائی یعنی خاکسار کا تھا کہ اب تو رونے کو بھی جی نہیں چاہتا — شہادت کا واقعہ مختصراً یہ ہے:۔

مورخہ ۵ اگست بروز جمعہ ۱۹۸۳ء ایک حبشی مشن ہاؤس میں سلسلہ کا علم حاصل کرنے کے لئے آیا۔ (امریکہ کا سالانہ جلسہ ۱۲-۱۳-۱۴ اگست کو مشی گن سٹیٹ کے مرکزی شہر ڈائیٹرائیٹ میں ہو رہا تھا)۔ عزیزم مظفر احمد نے اس حبشی کو تبلیغ کی۔ گھر کا پتہ دیا۔ انگریزی ترجمہ قرآن بھی دیا اور گھر پرے جا کر حسب توفیق تواضع بھی کی۔ اور اُس حبشی نے دوبارہ منگل کو آنے کا وعدہ کیا۔ لیکن سوموار (۸ اگست) کی شام نو بجے شب ہی وہ دوبارہ آ گیا۔ مبلغ سلسلہ مرزا محمد افضل صاحب اور مظفر جلسہ کے BANNERS بنا رہے تھے۔ مظفر نے اُس حبشی کا تعارف مبلغ سلسلہ سے کروایا اور یہ کہا کہ کوئی سوال وغیرہ پوچھنا ہو تو پوچھ لے۔ وہ بدبخت حبشی تو باقاعدہ سکیم پر آیا تھا۔ جلد ہی رخصت ہو گیا۔ مظفر احمد اخلاقاً اُسے چھوڑنے گئے ہیں۔ جونہی مظفر احمد سلام لے کر مڑا ہے، اُس حبشی نے آٹومیٹک گن سے چہرہ اور سر پر چار گولیاں فائر کر دیں۔ اور بھاگ گیا۔ اور اپنے ساتھی جو ایک کار میں تھا سے جا ملا۔ مبلغ سلسلہ آواز سُن کر بھاگے آئے۔ ہماری بھابی بھی آئیں، عزیز کا بچہ بھی آ گیا۔ انہوں نے قاتل کو بھاگتے دیکھا اور بعد میں شناخت بھی کی۔ عزیزم مظفر احمد نے چند سانس ہی لئے اور بہت زیادہ خون بہہ جانے سے اور صدمہ سے کوئی بات بھی نہیں کر سکے۔ فی الفور ہسپتال پہنچایا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے عزیزم کو شہادت کا مقام عطا فرما دیا۔ دونوں قاتلوں کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی ختم کر دیا اور وہ مشن ہاؤس کو تباہ کرتے ہوئے بم کے دھوئیں سے ہلاک ہو گئے۔

مشی گن سٹیٹ وہی ہے جس میں ڈوئی رہتا تھا۔ اسی سال کے عرصہ میں کوئی احمدی شہید نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی شہادت ڈاکٹر مظفر احمد ایم بی بی ایس، ایف اے سی اے ایم۔ڈی۔ ڈائریکٹر اینا ستھی زیا (ANAESTHESIA) کے مقدر میں رکھی تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

والسلام ۔ سعید احمد

لاہور تاریخ احمدیت کے آئینہ میں

مکرم محترم عبدالمالک صاحب دارالذکر لاہور

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پہلی مرتبہ لاہور میں اس وقت تشریف لائے جب ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے رُوسائے پنجاب کو معہ ان کے لڑکوں کے اپنی ملاقات کے لئے بُلایا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السّلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب اپنے دونوں بیٹوں یعنی مرزا غلام قادر صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ساتھ لے کر لاہور تشریف لائے۔ (کتاب لاہور تاریخ احمدیت ص۱۷)

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوٰی ماموریت کے بعد سب سے پہلے ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء میں علماء، پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں پر اتمام حجّت کے لئے تشریف لائے اور منشی میراں بخش صاحب مرحُوم کی کوٹھی واقع چونے منڈی میں قیام فرمایا۔ ۳۰ جنوری کو آپ تشریف لائے اور سب سے پہلا لیکچر آپ نے ۳۱ جنوری کو دیا۔ (حیاتِ احمد جلد سوم ص۲۰۸)

(۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری سفر لاہور ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب حضور بٹالہ پہنچے تو معلوم ہُوا کہ آج ریزرو گاڑی کا انتظام نہیں ہو سکتا اس پر آپ نے پہلے تو واپس قادیان جانے کا ارادہ فرمایا مگر کچھ سوچ کر بٹالہ میں ہی ریزرو گاڑی کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو جو گاڑی ملی تو آپ اس میں لاہور کو روانہ ہوئے۔ لاہور میں آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ (لاہور تاریخ احمدیت ص۸۲)

(۴)

۹ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاہور میں درج ذیل الہام ہُوا۔

اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْمِلُ کُلَّ حِمْلٍ۔

یعنی کوچ اور پھر کوچ ۔ اللہ تعالیٰ سارا بوجھ خود اٹھائے گا ۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۵ ، بدر جلد ۷ نمبر ۲۱۰)

(۵)

۲۰ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں یہ الہام ہوا ۔

الرّحیل ثمّ الرّحیل والموت قریب

یعنی کوچ کا وقت آگیا ہے ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے اور موت قریب ہے (بدر جلد ۷ نمبر ۲۲)

(۶)

۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا ۔

(کتاب سلسلہ احمدیہ صد ۱۸۳ تا صد ۱۸۴ مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

(۷)

لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ تھے جو مسجد کوچہ سیٹھاں بالمقابل تلاب آب رسانی لنگے منڈی بازار کے امام الصلوٰۃ تھے ۔ (لاہور تاریخ احمدیت صد ۷)

(۸)

خاندانوں میں سب سے پہلے خاندان جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو قبول کیا حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کا خاندان ہے ۔ (لاہور تاریخ احمدیت صد ۸۷)

(۹)

لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو جو گردھری لعل فوٹو گرافر انارکلی لاہور نے لیا تھا جسے حضرت میاں معراجدین صاحب عمرؓ نے اُس سے خرید لیا تھا اور اس کی کاپیاں کروا کر جماعت میں فروخت کی تھیں ۔

(تاریخ احمدیت لاہور صد ۹۶)

(۱۰)

حضور ۱۵ رجنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ۱۶ رجنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام لاہور حضور کو یہ الہام ہوا ـــــ اریک برکات من کلّ طرفٍ ـــــ یعنی میں تجھے ہر ایک پہلو سے برکتیں دکھلاؤں گا ۔ (تاریخ احمدیت لاہور صد ۴۳)

(۱۱)

مسجد احمدیہ دہلی دروازہ پہلی مسجد ہے جسے جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے خرچ پر تعمیر کیا ۔ (تاریخ احمدیت لاہور صد ۱۶۵)

(۱۲)

اپریل ۱۹۱۸ء کے قریب محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب لاہور منتقل ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت لاہور کی تنظیم کو مستحکم کرنے کے لئے آپ کو لاہور کی جماعت کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ کے تقرر سے پہلے جماعت میں امارت کا عہدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ (لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۴۷)

(۱۳)

لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ قریباً بارہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد کے ہمراہ ۱۸۵۳ء میں تشریف لائے۔ (حیاتِ نُور صفحہ ۱۱)

(۱۴)

لاہور میں حضرت مُصلح موعودؓ کو ۵، ۶ر جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کو بذریعہ رؤیا محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی واقع ۱۳۔ ٹمپل روڈ میں خدا تعالےٰ نے یہ خبر دی کہ :-

"مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعے اسلام دُنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ اور توحید دُنیا میں قائم ہوگی۔" (روزنامہ الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۴۴ء)

(۱۵)

لاہور کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہُوا :-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔" — (تذکرہ صفحہ ۳۷۶)

(۱۶)

لاہور میں ۶ر جنوری ۱۹۴۴ء کو موجود تمام اصحابِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے پہلا فوٹو مصلح موعودؓ کے ساتھ ہُوا۔ (لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۵۲۰)

(۱۷)

پاکستان آنے کے بعد پہلی عید حضرت مُصلح موعودؓ نے منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں پڑھائی۔ (لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۵۴۲)

(۱۸)

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے پہلے قائد مکرم مرزا رحمت اللہ صاحب مرحوم تھے۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۶۰۹)

(۱۹)

جماعت احمدیّہ لاہور میں پہلے مبلّغ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ تھے آپ ۱۰ر مئی ۱۹۰۶ء کو لاہور پہنچے۔ (لاہور تاریخ احمدیّت صفحہ ۱۱۱)

رپورٹ دوسرا سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ امریکہ ۱۹۸۳ء

مرتبہ مکرم مسعود احمد صاحب ملک ناظم اعلیٰ انصار اللہ امریکہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ امریکہ کا دوسرا سالانہ اجتماع بمقام مسجد فضل واشنگٹن ڈی سی. بروز ہفتہ، اتوار بتاریخ ۲۱ - ۲۲ مئی ۱۹۸۳ء انعقاد پذیر ہوا۔ خدا تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز اور انابت سے اس اجتماع کا آغاز ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد تلاوت قرآنِ کریم اور عہد نامہ انصار سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ افتتاحی تقریر میں مشنری انچارج مکرم مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب نے آیاتِ قرآنیہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ......

واجتنبوا قول الزور ....

والتنظر نفس ما قدمت لغد ....

سے احباب جماعت کو بیش قیمت نصائح کیں کہ ہمیں قول سدید اپنانا چاہیئے۔ تربیت، تبلیغ اور ایثار ہمارا لائحہ عمل ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم سے اتنی یگانگت ہو کہ آپ کے اخلاق و اطوار سے اس کی جھلک نمایاں ہوتی رہے۔ اس کے بعد مکرم محترم ملک مسعود احمد صاحب ناظم اعلیٰ نیشنل انصار اللہ امریکہ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ لا یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ

وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ اور

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ...

کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قلبی تڑپ کی طرف توجہ دلائی جو حضور علیہ السلام خدا تعالیٰ کے پیغام کی عالمگیر اشاعت کے لئے رکھتے تھے۔ قرآن اور پھر کشتی نوح کے حوالہ جات کے ذریعہ حضور ایدہ اللہ نے داعی الی اللہ بننے کی طرف خاص توجہ دلاتے ہوئے اس کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ پھر مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا پیغام پڑھا گیا جس میں آپ نے اجتماع کی کامیابی اور فروغ احمدیت کے لئے اپنی بہترین خواہشات کا اظہار کیا اور انصار اللہ کو اپنی اہم ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد حسب پروگرام کھیل کے مقابلہ جات شروع ہوئے۔ تمام انصار کھیل کے میدان میں جمع ہوئے۔ اور والی بال کا میچ شروع ہوا۔ مہمان ٹیم کے کپتان محترم محمود باجوہ صاحب (نیویارک) تھے اور مقامی ٹیم کے کپتان کلیم اللہ خان صاحب (واشنگٹن) تھے۔ مقابلہ زبردست ہوا بالآخر مقامی جماعت کی ٹیم سبقت لے گئی۔ اور اس سبقت کے جانِ عمل محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب تھے جنہوں نے نہایت خوبصورت کھیل کا مظاہرہ کیا اور زائرین سے داد حاصل کی۔

کھیل کے بعد شام کا کھانا تمام احباب نے مل کر کھایا۔ پھر نمازِ مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد شبینہ پروگرام ایک ورکشاپ کی صورت میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے محترم ملک مسعود احمد صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ امریکہ نے "انصار اللہ سے توقعات" کے موضوع پر روشنی ڈالی اور کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للنّاس کی آیۂ کریمہ کو مشعلِ راہ رکھنے اور اپنے تعامل سے اس کا ثبوت مجسم بن جانے کی تاکید فرمائی۔

اس کے بعد محترم مبشر احمد صاحب صدر واشنگٹن جماعت نے "تربیت" سے متعلق اپنی ورکشاپ کا آغاز کیا اور تربیت سے متعلق بے تحاشہ پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے بعد آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی تحریروں اور تقاریر سے تربیت کے متعلق تمام باتوں کا نچوڑ ایک امتحانی پرچہ کی صورت میں مرتب کیا ہوا تمام انصار کو دیا۔ اس دو تین صفحوں پر مشتمل سوالات کے جواب لکھ لینے کے بعد آپ نے ایک ایک سوال پر سیر حاصل بحث کی۔ معاً بعد برادرم نورالدین عبداللطیف (نیوآرک۔ نیوجرسی) نے تبلیغی ورکشاپ کا آغاز کیا اور اُن تمام باتوں پر روشنی ڈالی جنہیں اس ماحول میں تبلیغ کے میدان میں مدِّ نظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔ آخر میں برادرم فضل احمد صاحب (بوسٹن) جنہیں ۱۹۸۲ء میں اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ربوہ میں امریکہ کی نمائندگی کرنے کا شرف حاصل ہے نے اپنے سفر و قیام ربوہ اور قادیان کی نہایت عمدہ اور معلوماتی سلائیڈز دکھائیں اور مختلف سوالات کے جوابات ساتھ ساتھ دیئے گئے اس طرح یہ شبینہ پروگرام گیارہ بجے رات ختم ہوا۔

اگلے روز یعنی ۲۲ رمئی بروز اتوار نمازِ تہجد اور نماز فجر اور پھر درس قرآن کے بعد تلاوت قرآن کریم کے مقابلہ جات ہوئے جس مکرم عبدالحمید صاحب بھٹی (ہیرس برگ۔ پنسلوانیا) اوّل۔ مکرم نعیم احمد صاحب (فلاڈلفیا۔ پنسلوانیا) دوم اور مکرم محمد صادق صاحب (نیوآرک۔ نیوجرسی) سوم قرار پائے۔

۷½ بجے صبح فی البدیہہ تقاریر کے مقابلے ہوئے۔ بہت سے احباب نے حصّہ لیا۔ مندرجہ ذیل احباب انعام کے مستحق قرار پائے۔ (۱) مکرم منوّر احمد سعید صاحب (واشنگٹن) اوّل۔ (۲) مکرم رشید احمد صاحب (ملواکی) دوم (۳) مکرم صلاح الدین شمس صاحب (شکاگو) سوم۔

پھر فوراً بعد ہی مقررہ عنوانات پر تیار کردہ تقاریر کے لئے باری باری حصّہ لینے والوں کو بلایا گیا۔ جج صاحبان کے فیصلے کے مطابق (۱) مکرم منوّر احمد صاحب سعید (واشنگٹن) اوّل۔ (۲) مکرم امین اللہ خان سالک صاحب (واشنگٹن) دوم

(۳) مکرم صلاح الدین شمس صاحب (شکاگو) سوم قرار دیئے گئے۔

اس کے بعد مکرم ڈاکٹر بشارت احمد منیر صاحب نے "کیا تیسری جنگِ عظیم ناگزیر ہے" کے عنوان پر ایک تحقیقی تقریر کی اور قرآن و احادیث اور تاریخ سے استدلال کیا کہ کیوں اور کس طرح بین الاقوامی طاقتور اقوام کا زوال مقدر ہے اور اسلام کا عروج۔

پندرہ منٹ کے وقفہ کے بعد اسلامی معلومات عامہ کے مقابلہ جات شروع ہوئے۔ کثیر تعداد نے حصّہ لیا۔ منصفین نے مندرجہ ذیل احباب کو انعام کا مستحق قرار دیا۔ (۱) مکرم امین اللہ خان سالک صاحب (واشنگٹن) اوّل۔ (۲) مکرم عمر بلال صاحب (نارتھ کیرولائنا) دوم۔ (۳) مکرم سلیم ناصر ملک صاحب (نیو یارک) سوم۔

اس کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے "نظام وصیّت" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور اقتصادی اور روحانی لحاظ سے اس نظام کی اہمیّت و افادیت کو واضح کیا۔ محترم ڈاکٹر خلیل احمد ناصر صاحب نے "اسلام اور مسئلہ فلسطین" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ تاریخ کے تجربے اور مذہبی کُتب میں کئے گئے وعدہ جات اور پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ یہود کا وہاں سے تصرف ختم ہونا مقدر ہے۔ پھر تقریبًا ایک گھنٹہ تک سوال وجواب کی محفل گرم رہی اور مختلف انواع کے سوالات سامنے آئے اور جوابات سُن کر حاضرین کے علم میں اضافہ ہوا۔

نیشنل پریذیڈنٹ برادرم مکرم مظفر احمد صاحب نے "احمدیت" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدیت اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو خلیفۂ وقت کے جانثار کارکن بننا چاہیئے۔ آخر میں مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے مقابلہ جات میں اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کو خصوصی سندیں عطا کیں۔ اس کے علاوہ :-

- سب سے زیادہ مقابلہ جات میں حصّہ لینے والا .... عبدالمالک (ملواکی، وِسکانسن)
- وصولی چندہ جات میں اوّل آنے والی جماعت .... نیوآرک (نیوجرسی) اور کلیولینڈ (اوہائیو)
- مجلس جس کے سب سے زیادہ انصار نے اجتماع میں شمولیت کی ..... واکی گان (وِسکانسن)
- بہترین انصار ورکر .... سعادت احمد سالک (واشنگٹن)
- بہترین خادم ورکر .... مبارک احمد ملک (" ")

کو بھی خاص سندیں دی گئیں۔ آخر میں مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے اختتامی تقریر میں اسلامی اطاعت گذاری اور تبلیغی مساعی کے از دیاد اور داعی الی اللہ بننے کی تلقین کی۔

اس طرح یہ اجتماع خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ جس میں پچھلے اجتماع کی نسبت کہیں زیادہ احباب نے شرکت کی اور مسجد فضل بھی چھوٹی لگنے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر مساعی میں برکت ڈالے۔ اور تمام انصار کو اپنی گوناگون ذمہ داریوں کو کما حقہٗ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بچوں کا صفحہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ

پیارے بچّو! دُنیا میں کتنے بچّے ہیں جنہوں نے چھوٹی عمر میں بڑے کام کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ میں کئی مثالیں ہیں کہ نو عمر صحابہ نے بہت نمایاں کام کئے۔

آج ہم آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچازاد اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کچھ بتانا چاہتے ہیں۔ یہ تو آپ نے سُنا ہوگا کہ بچّوں میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے والے حضرت علی ہی تھے مختلف روایات کی رُو سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ ان کی عمر دس سے اٹھارہ سال کے درمیان تھی۔ ایمان لانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر معرکہ میں حضور کے ساتھ رہے۔ آپ بہت شجاع، عالم اور زاہد تھے۔ حضرت علیؓ کے والد ابو طالب گو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حامی اور مددگار تھے لیکن وہ آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ اَب دیکھو بچّو باپ قریش کا سردار، بچّہ نو عمر، باپ ایمان نہیں لایا لیکن بیٹے نے حق کو شناخت کیا اور ایمان لے آئے۔ حضرت ابو طالب کے متعلق مشہور ہے کہ وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا چچا خدا کی توحید کا اقرار کیجیئے۔ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے۔ مَیں خدا کے حضور آپ کی سفارش کرونگا۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کے کفّار سردار بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے فوراً کہا ابو طالب دیکھنا۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا۔ میرے پاس ایسا ایمان آیا۔ دل نے اُسے قبول کیا لیکن زبان نے قوم کی دشمنی کے ڈر سے انکار کیا۔

بچّو! یہ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ حضرت علیؓ باوجود چھوٹی عمر کے تمام جنگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہے۔ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خدائی حکم کے تحت مکّہ کو چھوڑا۔ بچّو اسے تاریخ میں ہجرت کہتے ہیں۔ ہجرت کے معنے ہیں چھوڑنا۔ خدا کے کئی انبیاء کو خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑنا پڑا۔ ہاں تو اس رات مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر کو گھیر رکھا تھا کہ جونہی آپ باہر نکلیں آپ پر حملہ کرکے قتل کر دیا جائے۔ اُس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سُلا دیا تاکہ وہ اُن امانتوں کو واپس کر سکیں جو مکہ والے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس رکھتے تھے۔ مکّہ والوں نے اسی وجہ سے آپ کو امین کا لقب دیا تھا۔ اور حضور رات کے اندھیرے میں گھر سے نکل کر غارِ ثور میں پہنچ گئے۔ جب آپ گھر سے باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سب پر نیند طاری کر دی۔

جب حضرت علیؓ بڑے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی ان سے کر دی۔ حضرت حسنؓ اور حسین انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے۔

وہ وقت آتا ہے

مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

" سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں .... اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وُہ اَمر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے۔ اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالفِ قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالےٰ اس اُمّتِ وسط کے لئے بَین بَین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)